وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین

کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ تشریح

آمدِ رحمتِ الٰہی

تحریر و ترتیب

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بزمِ عشاق جامع مسجد عمر رضی اللہ عنہ

نیو پٹھان والا، جھنگ روڈ، فیصل آباد موبائل نمبر: 0300 666 17 55

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

اما بعد

فاعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

درود و سلام

الصلوة والسلام علیك یا سیدی یا رسول الله

وعلی آلك واصحابك یا سیدی یا حبیب الله

وما ارسلنك الا رحمة للعالمین

محترم قارئین کرام! ان کلمات طیبات میں اللہ کریم نے محبوب کریم ﷺ کی اس شان کو بیان فرمایا ہے جس شان کے ساتھ اللہ کریم نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ہر نبی علیہ السلام ہدایت کے لئے تشریف لایا لیکن رب العزت نے یہاں اس ہدایت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ کی شان رحمت کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ یہ نبی ہدایت کے لئے آیا۔ ہدایت قبول ہوئی تو بہتر نہ ہوئی تو غرق بھی کر دیا۔ (جیسے نوح علیہ السلام) لیکن یہ وہ ہستی ہے کہ آئے تو ہدایت کے لئے' کوئی پالے تب بھی ٹھیک نہ پائے تو بھی تباہ نہیں ہونے دیا۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمین "ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت (مجسم) بنا کر بھیجا ہے" (سورۃ انبیاء)۔ لہذا پہلے دور میں کوئی ہدایت نہیں پاتا تھا تو تباہ ہو جاتا تھا' مگر ہم آپ ﷺ اس لئے بھیج رہے ہیں کہ اگر کوئی ہدایت پالے اپنے آپکو آباد کر لے تو بہتر ورنہ پھر بھی جتنا روسیاہ ہو جتنا بھی گنہگار ہو آپ ﷺ کے زیر سایہ بستا رہے وہ تباہ نہیں ہوگا۔

محترم قارئین کرام! اللہ کریم نے محبوب کریم ﷺ کو رحمت فرمایا ہے۔ خود رحمٰن' رحیم اور ارحم الراحمین ہے۔ اپنے آپ کو رحمت نہیں کہا لیکن اپنے "محبوب" کو بھیجا "رحیم" بھی بنایا "رؤف" بھی بنایا اور اس سے ترقی کرتے ہوئے رحمۃ للعالمین فرما کر بتا دیا کہ میرا محبوب رحمت والا صرف نہیں بلکہ عین رحمت ہے۔ وہ آپ رحمت والا بڑے رحمت والا ہے۔ اتنی رحمت کہ جو انتہا کو پہنچنے والی ہے۔ مگر عین رحمت اپنے آپ کو نہیں کہا لیکن محبوب کو "رحمۃ للعالمین" کہہ کر بتایا کہ یہ محبوب عین رحمت ہے۔

دوستو! رحمت والا اور ہے رحمت اور ہے۔ تو جب رحمت والا اور رحمت اور تو کبھی رحمت کا تقاضا ہوگا کبھی نہیں ہوگا۔ تو جو عین رحمت ہے اس سے کبھی رحمت کے تقاضے جدا نہیں ہو سکتے۔ وہ جو رحمت والا (اللہ) ہے بڑے رحمت' انتہائی رحمت والا ہے لیکن کبھی غضب پر بھی آئے گا۔ انتقام لینے پر بھی آ جائے گا کبھی رحمت کے تقاضوں سے ہٹ کر دوسرے تقاضے بھی پورے کرے گا۔ مگر محبوب کو رحمت والا ہی نہیں کہا بلکہ عین رحمت کہا ہے تاکہ پتہ چل جائے کائنات کو کہ یہ وہ محبوب ہے جو کبھی جلال میں آ کر کسی کو تباہ نہیں کرائے گا۔

جان رحمت ﷺ نے اس دنیا میں رہ کر کیا تکلیفیں اور دکھ نہیں اٹھائے؟ سرکار خود فرماتے ہیں۔ ''اتنی تکلیف کسی نبی کو نہیں پہنچائی گئی جتنی کہ مجھے پہنچائی گئی ہیں''۔ تو جب تکلیفیں سب سے زیادہ تھیں تو پھر ان کی دعا سے تباہی بھی سب سے زیادہ آ جانی تھی۔ لیکن اللہ پاک نے مجسم رحمت بنا دیا ہے۔ اس لئے کبھی آپ ﷺ کے دور میں وہ تباہی نہیں آئے گی۔ بلکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تنگ ہو کر پریشان ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب تو آپ کا چہرہ خون آلود ہوا' دانت مبارک کے کنارے ٹوٹے ہیں' آپ پر تلواروں کے وار ہوئے ہیں اب تو صدموں کی انتہا ہو گئی اب تو ان کے خلاف دعا کر دیں۔ اس وقت بھی کہا۔ ''خدایا میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے پہچان نہیں پائے'' (صحیح بخاری شریف)۔

اگر پہچان لیتے تو میرے نام پر اپنی جان قربان کرتے' میرے خلاف نہ ہوتے۔ اس موقعہ پر بھی دعائے ہلاکت نہیں فرمائی اور پھر اللہ پاک کو بھی رحمت مجسم بنا کر بھیجنے کا اتنا پاس ہے کہ اب کافر دلیر ہو رہے ہیں اتنے بے باک کہ کعبے کا غلاف پکڑ کر دعائیں کرتے ہیں کہ ''اے اللہ اگر یہ تیرا رسول برحق ہے تو ہم پر برسا یا ہمیں عذاب سے دوچار کر دے'' (سورۃ انفال)۔ کعبے کے غلاف پکڑ کر اپنی ہلاکت مانگیں مگر اللہ کریم عذاب نہیں بھیجتا۔ عجیب بات یہ ہے کیا دور آ گیا ہے یہ پیغمبر کی زبان سے نکلے۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا (سورۃ نوح)۔

طوفان آ جائے' غرق کر دیئے جائیں اور پیغمبروں کے دور میں کافروں نے دعا نہیں کی۔ پیغمبروں نے کیں۔ تباہ ہو گئے یہاں کافر خود دعا کر رہے ہیں رب کو تو لفظ منہ سے نکلنے سے پہلے تباہ کر دینا چاہئے تھا۔ یہ کون ہوتے ہیں مجھ سے تباہی مانگنے والے میں مانگنے سے پہلے تباہ کر دوں۔ لیکن مانگنے کے باوجود رب چپ ہے' مانگتے رہو میں نہیں بھیجتا کیوں؟ ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم ''تجھے رحمت مجسم بنا کے بھیجوں پھر عذاب بھی بھیج دوں'' (سورۃ انفال)۔ تیری رحمت والی چادر کو داغ لگ جائے گا۔ رحمت کی چادر پہناؤں بھی میں اور پھر داغ بھی لگا دوں یہ میں نہیں گوارا کر سکتا۔ اس لئے اللہ کریم نے فرمایا کہ یہ بات مجھے زیب ہی نہیں کہ میں ان پر عذاب بھیجوں و انت فیھم آپ ﷺ ان میں موجود ہیں۔ لوگ کیا کہیں گے کیا فرق ہوا کیا امتیاز ہوا اگلے نبیوں کے دور میں بھی کافر امتیں تباہ ہوتی رہیں اس لئے محبوب مانگتے رہیں مجھ سے تباہی و عذاب قبر میں نپٹوں گا قیامت میں نپٹوں گا آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے اس دنیا کے اندر ان کے اوپر عذاب نہیں بھیجوں گا۔ انت فیھم۔ ایک نقطہ توجہ اور تصحیح کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پہلی امتوں پر جو عذاب آئے تھے اس قسم کا عذاب آج تک نہیں آیا اور قیامت تک نہیں آئے گا۔ یہ عذاب تو اس لئے نہیں آیا تھا کہ و انت فیھم ''آپ ﷺ ان میں موجود ہیں'' اور پندرھویں صدی جاری ہے محبوب کریم ﷺ کے وصال کو گزرے ہوئے اب بھی عذاب نہ آئے تو معلوم ہوتا ہے کہ و انت فیھم کی شان اب بھی موجود ہے اس لئے عذاب نہیں آ رہا۔

و انت فیھم کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ظاہری زندگی میں موجود ہوں تو میں عذاب نہیں بھیجوں گا بلکہ

وصال کے بعد بھی نہیں آیا تو پتہ چلا قیامت تک کے لئے جب تک روضہ پاک کھڑا ہے اور جب تک جان رحمت ﷺ کا جسم پاک یہاں موجود ہے وانت فیھم کی بنا پر اللہ کریم کی شان کریمی اس طرح ظاہر ہو رہی ہے کہ عذاب نہیں آیا۔

☆ حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے روح البیان کے اندر یہ نکتہ بیان فرمایا کہ اور پیغمبران کرام علیہم السلام کے جسم بلندیوں پر چلے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں چلے گئے۔ اللہ رب العزت کی قدرت اس محبوب کو عرش اعظم پر اٹھالیتا' آپ کا جسم وہاں رکھا جاتا' یہ اللہ کریم کی قدرت سے بعید تو نہیں تھا لیکن اس محبوب ﷺ کا جسم پاک یہیں رکھا گیا اس کی وجہ کیا؟ وہ فرماتے ہیں روح مصطفیٰ ﷺ سے عالم ارواح کا نظام قائم ہے اور جسم مصطفیٰ ﷺ سے عالم اجسام کا نظام قائم ہے۔ اگر جسم مصطفیٰ ﷺ یہاں پر نہ رہتا تو عالم اجسام کا نظام برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لئے نبی پاک ﷺ کا جسم اقدس یہاں رکھا گیا ہے۔

ایک سوال:۔ اگر یہ آپ کے ذہن میں سوال گردش کرتا ہو کہ جب تک جسم پاک ہے عذاب نہ رہے گا لیکن رحمت کائنات ﷺ جب جسم پاک کے ساتھ یہاں موجود نہیں تھے تو اس وقت رحمۃ للعالمین نہ ہوئے۔ تم کہتے ہو نبی ﷺ' لوح وقلم' عرش وکرسی' جنت ودوزخ' زمین وآسمان' چاند سورج اور ستاروں سے بھی پہلے تھے تو اس وقت رحمۃ للعالمین کیسے ہوئے جبکہ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے یہاں عذاب نازل ہوتے رہے۔

لطیف جواب:۔ جواب یہ ہے کہ روح پاک وہاں تھی اور جسم پاک ابھی ظاہر نہیں کیا گیا۔ جہاں روح ہے وہاں رحمت ہے۔ اس لئے یہاں دوسرے نبی ہیں یہ ان کا معاملہ ہے ان کی دعاؤں کا مسئلہ ہے وہ مانگیں تو اللہ عذاب بھیج دے گا اور جب رحمت دو جہاں ﷺ کو عالم اجسام کے اندر بھیجا ہے اب اس رحمت کا تعلق اس جہاں سے بھی ہو گیا ہے اس جہاں سے بھی ہو گیا۔ جب تک ظہور نہ تھا رحمت وہاں ظاہر ہے اور جب ظہور ہو گیا تو رحمت یہاں بھی ظاہر ہے جب تک یہاں نہیں آئے تھے دوسرے انبیاء علیہم السلام کا دور تھا۔ اس لئے وہ دعائیں کرتے رہے' عذاب آتے رہے۔ جب آپ ﷺ تشریف لے آئے اب آپ ﷺ کا دور ہے۔ عالم اجسام سے بھی تعلق ہے عالم ارواح سے بھی تعلق ہے۔ لہذا وہاں بھی بہار ہے یہاں بھی بہار ہے۔ یہاں جسم پاک کے صدقے اور وہاں روح پاک کے صدقے۔

معزز قارئین کرام! ایک چیز اور بھی ذہن نشین فرمائیں کہ اللہ کریم نے ہماری روحوں کو پہلے پیدا کیا ہے اور جسم بعد میں بن کر آیا۔ یہ نہیں کہ بچے کو ماں کے پیٹ میں چار ماہ گزرے تو اب روح کو پیدا کیا جاتا ہے۔ نہیں روح کو پیدا ہزاروں سال پہلے کیا جاتا ہے اور جب جسم پیدا ہوتا ہے تو جونہی پیدا ہو کر مکمل ہوتا ہے تو روح کا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر اس وقت تعلق قائم نہ کیا جائے تو جسم گل جائے گا' نشوونما کے قابل نہ رہے گا۔ لہذا پتہ چلا کہ جسم کو باقی رکھنا ہو تو پھر ارواح کا تعلق اس کے ساتھ فوری

طور پر کر دیا جانا چاہئے جب وہ تعلق کے قابل ہو جائے تا کہ یہ ضائع نہ ہونے پائے۔اس طرح یہ کائنات جسم ہے اور روح مصطفیٰ ﷺ اس کی جان اور روح ہے۔جس طرح ہمارے روح اس جسم سے متعلق نہ ہو تو ہمارا جسم تباہ ہو جاتا ہے۔وہ روح مصطفیٰ ﷺ اگر عالم اجسام سے متعلق نہ ہو تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔اس لئے محبوب کبریاء ﷺ کی روح کو اس عالم اجسام (کائنات سے پہلے پیدا کیا ہے تا کہ جونہی جہان کا آغاز ہو تو روح مصطفیٰ ﷺ اور حقیقت مصطفیٰ ﷺ کا اس سے تعلق ہو جائے تا کہ کوئی چیز تباہ نہ ہونے پائے۔اس لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہاں ہے

معزز قارئین کرام! ایک چیز قابل توجہ ہے کہ رحمت کسے کہتے ہیں۔رقتہ القلب وانعطاف یقتضی التفضل والاحسان (تفسیر بیضاوی)۔دل کی وہ نرمی جو فضل اور احسان کا تقاضہ کرے۔ اسے رحمت کہتے ہیں۔مثلاً آپ ایک آدمی کو دیکھتے ہیں آنکھیں کوئی نہیں' ہاتھ کوئی نہیں' پاؤں کوئی نہیں' بدن پر پھوڑے نکلے ہوئے ہیں وہ صدا کر رہا ہے' کراہ رہا ہے۔آپ اس کو دیکھتے ہیں (فوراً) متاثر ہوتے ہیں' دل پانی پانی ہوتا ہے۔تمہارا ہاتھ جیب کی طرف چلا جاتا ہے جو توفیق ہوتی ہے اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔گویا پہلے دل پانی پانی (نرم) ہوتا ہے پھر آدمی مہربانی کرتا ہے تو جو اس کے دل کے رقت اور نرمی ہے جس نے اسے رحمت کرنے پر ابھارا ہے اس کا نام رحمت ہے۔اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کو رحمت بنایا ہے تو جب کسی پریشان کو دیکھیں گے نہیں تو دل پسیجے گا کیسے؟ رحمت کریں گے کیسے؟ تو پتہ چلا جب ہیں رحمت للعالمین تو پھر علم بھی عالمین کا ہونا چاہئے تا کہ ان (عالمین) کی حالت زار کو دیکھ کر آپ کا دل پسیجے بھی سہی اور فضل و احسان ہو جائے۔تو جس کو دیوار کے پیچھے کا پتہ نہیں ہے تو اگر اس کے گھر کے ساتھ کوئی کراہتا رہے' چیختا چلاتا اور ذلیل وخوار ہوتا رہے تو اسے پڑوسی کا پتہ نہیں چل سکتا۔تو وہ زمین کی تہہ میں مرنے والی چیونٹیوں کے لئے پریشان کیسے ہوگا؟ وہ فضا کی بلندیوں پر مرنے والے پتنگوں کی حالتِ زار پر ترس کیسے کھائے گا؟ وہ تم پاکستانیوں پر لاہور میں رہنے والوں پر نگاہ کرم کیسے کر سکے گا؟ اور وہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے غلاموں پر اور دوسرے محتاجوں پر کیسے فضل و احسان کرے گا؟ اس لئے اللہ رب العزت نے پوچھا محبوب ﷺ سے تم تو آگئے تو اوپر اور جہان سے گزر رہے تھے وہاں فرشتے کس مسئلہ میں جھگڑ رہے تھے؟ عرض کیا انت اعلم خدایا تو ہی بہتر جانتا ہے۔میں تجھے دیکھنے اور تیری سننے آرہا تھا۔میں نے ادھر ادھر توجہ نہیں کی۔رب خوش ہو جاتا ہے فرشتوں کو کہتا ہے ذرا نعرہ تکبیر بلند کر دو میرا حبیب مقام کے لحاظ سے اونچا بھی ہو گیا ہے پر علمی شان کوئی نہیں۔چلو علم کوئی نہیں لہذا میری خدائی بچ گئی۔توحید محفوظ ہو گئی۔ (یہ وہابیہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اگر محبوب کریم ﷺ کیلئے علم ثابت کیا جائے تو خدا کی توحید کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے لیکن اللہ بے علم رکھ کر خوش نہیں ہوا علم کامل دیکر خوش ہوتا ہے۔اب کوئی مولوی صاحب تقریر کریں

اور اپنے زعم باطل کے مطابق ثابت کرے کہ یہ دیکھو نبی کو علم نہیں تو مجمع نعرے لگاتا ہے' اچھلتا کودتا ہے۔ نعرہ تکبیر بلند ہوتا ہے اللہ کی بڑائی ظاہر ہوگئی کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کا نبی جاہل نکلا (معاذ اللہ)۔ یعنی ان کے نزدیک اللہ کی بڑائی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ کے جانشین (انبیاء علیہم السلام) جاہل ہیں کیونکہ نبی اللہ کے قائم مقام' جانشین اور خلیفے ہیں۔ زمین کے اندر تو جب اللہ کے خلیفے اور جانشین جاہل ثابت ہو گئے تو اللہ کی بڑائی ظاہر ہوگئی خدا کے لئے ان سے بھی اپیل ہے کہ سوچیں جس کا کوئی قائم مقام ہوتا ہے وہ اس کی صفت کا مظہر ہوتا ہے اور نبی اللہ کی صفت علم کا مظہر ہوتا ہے۔ اس لئے پہلے دن تقویٰ کے لحاظ سے نبوت کا مقام ظاہر نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ علم کے لحاظ سے ظاہر کیا گیا تھا۔ وعلم ادم لاسماء کلھا (سورۃ بقرہ)۔

اللہ قادر وکریم نے آدم علیہ السلام کو تمام کائنات کا علم عطا کر دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہ خلیفے ہیں اور خلیفہ جس کا خلیفہ ہوتا ہے اس کی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ اللہ عبادت نہیں کرتا یہ مخلوق کا فعل ہے اللہ کا امتیازی وصف علم ہے لہذا اس نے آپنے خلیفے کو بھی علم کے لحاظ سے ممتاز کیا تو معلوم ہوا کہ نبی کا امتیاز یہ ہے کہ اس کے پاس علم نرالا ہے۔ علم مخلوق سے زیادہ ہو تب وہ نبی بن سکتا ہے اور جو لوگ نبی کی بے علمی ثابت کر کے اللہ کی بڑائی ظاہر کرنا چاہتے ہیں وہ بظاہر بڑائی ظاہر کر رہے ہیں۔ حقیقت میں اللہ قادر وکریم کی توہین کر رہے ہیں۔ کیونکہ نبی مظہر صفت ہے تو جب مظہر ہی بے علم ہے تو اللہ تعالیٰ کا (معاذ اللہ) بے علم ثابت ہو جانا دور کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ علم دیتا ہے۔ وہاں صرف آدم علیہ السلام کو ہی علم نہیں دیا بلکہ فرشتوں کو بھی دیا ہے (جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کا علم تعلیم کیا تو فرشتوں کو کہا کہ ان اسماء کے بارے میں خبر دو) تو فرشتوں نے یہ نہیں کہا کہ بالکل ہمیں علم ہے ہی کوئی نہیں۔ انہوں نے کہا لا علم لنا الا ما علمتنا (سورۃ بقرہ)۔ ہے سہی پر اتنا نہیں کہ ان (آدم علیہ السلام) کی برابری کر سکیں۔ جتنا تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ معلوم ہوا اللہ کے علم کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اس نے بندوں کو اتنا اتنا دے دیا ہے اس کے باوجود اس کی شان میں کمی نہیں آئی۔ تو معلوم ہوگا کہ اس کا علم حد وحساب سے بالاتر ہے۔ تو عرض کر رہا تھا کہ اللہ قادر وکریم نے محبوب کریم ﷺ سے پوچھا کہ محبوب بتلاؤ تو سہی وہ کس چیز میں بحث کر رہے تھے۔ عرض کیا انت اعلم تو بہتر جانتا ہے میں نے ادھر خیال ہی نہیں کیا۔ اللہ کریم نے اپنے دست کرم کما بلیق بشانہ آپکے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ کر محبوب کریم' صاحب لولاک ﷺ کے سینے کو علم کا سمندر بنا دیا اور مالک کائنات ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ "اس دست کرم کے کندھوں کے درمیان آنے کے بعد جو کچھ آسمانوں میں تھا وہ بھی جان لیا جو کچھ زمینوں میں تھا وہ بھی جان لیا" (مشکوۃ شریف)۔ تو ایک دوسرے مقام پر رحمت دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں۔ فتجلی لی کل شئی و عرفت "ہر چیز روشن بھی ہوئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان بھی لیا" تو معلوم ہوا جس کو رحمت مجسم بنا کر بھیجا گیا ہے اس پر ہر چیز روشن بھی کر دی گئی ہے اور ہر چیز کی پہچان بھی عطا کی گئی ہے۔ لہذا جب تک علم نہ ہو تو

رحمت بنانے کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اگر عالمین کا علم ہو گا تب آپ عالمین کے لئے رحمت ہو سکتے ہیں۔ پھر دوسری چیز یہ ہے کہ کسی کی پریشانی دیکھ کر دل پریشان ہو تو جائے لیکن جیب خالی ہو پھر کیا ہو گا۔ اب راحت جاں ﷺ کو رحمۃ اللعالمین بنانے کا فائدہ تب ہو گا جب کائنات کے لئے کافی خزانے محبوب کریم ﷺ میں دے دیئے جائیں تاکہ جس کو دیکھیں جس چیز کی ضرورت محسوس کریں اور دینا چاہیں تو بغیر روک ٹوک کے آپ اسے عطا فرما سکیں۔ اس مضمون کو ادا کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم دان گیا

''جہاں جہاں یہ محبوب جائے اللہ کے خزانے ساتھ ہوتے ہیں جہاں کوئی سوالی آئے میرا محبوب ﷺ وہیں اس کو عطا فرما دیتا ہے''۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رحمت دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ حدیثیں بڑی سنتے ہیں۔ جان رحمت ﷺ سے خطاب اور تفسیریں بڑی سنتے ہیں لیکن حافظہ کمزور ہے بھول جاتے ہیں۔ یاد نہیں رہتیں۔ جا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے در پہ پڑا رہتا ہوں ہر فرمان اور بیان سنتا ہوں جو لفظ زبان مبارک سے ادا ہوتا ہے سنتا ہوں لیکن یاد کچھ نہیں رہتا مہربانی کر کے میرے حافظہ کا انتظام کر دیا جائے۔ جان رحمت ﷺ نے فرمایا ابسط ردائك (بخاری شریف باب حفظ العلم)۔ یہ نہیں کہ ہمارے پاس فلاں جگہ آنا یہ خزانہ وہاں پڑا ہے جس طرح ہمارے وزیر کہتے ہیں لاہور آ جانا، اسلام آباد آ جاؤ وہاں ہمیں ملنا ہم وہاں تمہارا کام کریں گے۔ نہیں نہیں بلکہ جہاں کوئی آئے اسے انتظار کرنا ہی نہ پڑے اسی وقت آپ ﷺ اس کو مالا مال کر دیں۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ابسط ردائك چادر پھیلاؤ تجھے حافظے کی گٹھڑی باندھ دیتا ہوں۔ آپ نے چادر پھیلائی رحمت دو جہاں ﷺ نے دو چلو بھرے اور چادر میں ڈال دیئے فرمایا اسے لپیٹ لے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سینے سے لگایا۔ فرماتے ہیں اس کے بعد جو چیز بھی سنی وہ اسی طرح دل پر نقش ہو گئی جیسے پتھر پہ لکیر ہوتی ہے وہ پھر کبھی نہیں مٹی۔

پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ مانگیں وہ یہاں سے ملتا ہے اسی لئے جو ضرورت پیش آتی وہ سوال بن کے یہاں حاضر ہو جاتے۔ ہمارے شریکوں (وہابیہ دیوبندیہ) یہ جو کہتے ہیں ہیں والا عقیدہ ہوتا کہ نبی خود (معاذ اللہ) بھول جاتا ہے۔ اسے تو کوئی شے یاد نہیں رہتی تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ حدیثیں بیان کریں کہ محبوب ﷺ کو کوئی علم تھا آپ نے اعلان کر دیا تھا جو چاہو پوچھو مجھ سے میں یہیں بیٹھے بتا دوں گا۔ اس مضمون کی احادیث دیکھنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں بخاری شریف کتاب الصلوۃ باب وقت، عند الزوال۔ تو کہتے ہیں ہاں اس وقت تو تھا (جب حاکم کائنات ﷺ نے یہ دعویٰ کیا تھا)

آگے پیچھے کہیں تھا تو کیوں بھول گئے؟ اللہ نے دے کر چھین کیوں لیا؟

علم کسی کو دے کر چھین لینا سلب کر لینا یہ تو ناراضگی کی بات ہے قہر و غضب ہے۔ اللہ کریم نے علم دیا یہ فضل ہے اور اگر واپس لے لیا تھا تو فضل واپس لے لیا۔ کون سی ناراضگی پیدا ہو گئی تھی؟ کون سا غصہ آ گیا تھا کہ فضل دے کر پھر واپس لے لیا؟ حالانکہ اللہ پاک تو قرآن میں فرماتا ہے۔ وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما "اے محبوب ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اتنا علم دیا کہ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے سب کچھ بتلا دیا" (سورۃ نساء)۔ کیونکہ جتنا فضل تم پر اتنا فضل کسی اور پر نہیں ہے کیونکہ فضل واحسان تم پر سب سے زیادہ ہے لہذا علم بھی تمہارا سب سے زیادہ ہے۔ فضل ہوا تو علم آ گیا۔ اب علم چلا گیا تو فضل بھی ختم ہو گیا۔ تو کیوں فضل ختم ہوا ہے یا ناراضگی بن گئی وہ بھی تو بتلاؤ نا۔ شاید کہیں کہ حافظہ اتنا نہیں تھا کہ یاد رکھ سکیں تو جس کے پاس حافظے کے ڈھیر ہوں کہ کوئی سوالی آئے تو گٹھڑیاں باندھ کے دیتے ہیں۔ تو جن کے سامنے اللہ نے حافظے کے ڈھیر لگا رکھے ہیں کہ کوئی مانگنے آئے تو اسے عطا فرما دینا آپ کو اللہ نے اجازت کوئی نہیں دی تھی کہ محبوب ﷺ خود بھی اسے استعمال کر لینا۔

رحمت دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ انیست بخزائن الارض فوضع فی کفی "زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھوں میں دے دیں" (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹)۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے مختلف الفاظ کے ساتھ بخاری شریف کتاب الجہاد باب نمبر ۱۶۵، مسلم شریف باب اثبات جلد دوم، ص ۲۵۰ میں بھی موجود ہے۔ یہ بات تو ہر عام و خاص سمجھتا ہے کہ جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل (تالا) بھی اسی کے ہاتھ اور اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے اور جب چاہے نہ کھولے یہ تو ہو گیا دنیا کا معاملہ کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ جان رحمت ﷺ نے فرمایا۔ المفاتیح ولكرامة يومئذ بيدى۔ قیامت کے دن تمام (آخرت کے) خزانوں کی چابیاں بھی میرے ہاتھ میں ہوں گی اور عزتیں بھی ساری میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ جس کو آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ بھی میرے ہاتھ سے ملے گا دنیا میں جس کو کچھ ملے گا وہ بھی میرے ہاتھ سے ملے گا۔

قارئین محترم المحبوب کریم ﷺ کو کیا کچھ دیا گیا ہے یہ تو حدیث شریف بیان کر رہی ہے۔

اعتراض

قرآن کریم میں ہے۔ لا اقول لكم عندى خزائن الله ولا اعلم الغيب (سورۃ انعام)۔ میرے پاس اللہ کے خزانے بھی نہیں اور میں غیب بھی نہیں جانتا یہ تو قرآن کی خلاف ہو گئی۔

الزامی جواب

تو مطلب یہ ہے کہ نہ کسی محدث کو معلوم ہوا کہ یہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں اور نہ کسی مفسر کو۔ یہ بخاری لکھنے والے مسلم لکھنے والے اور باقی سارے محدث یہ تو قرآن سے ناآشنا تھے۔ صرف آج پندرھویں صدی میں قرآن کا علم آیا لوگوں کو انہیں یہ موقع ملا پر کہنے کا کہ یہ آیت قرآن کے مطابق ہے یا

قرآن کے خلاف ہے۔

تحقیقی جواب

آخر یہ بھی تو قرآن کی آیات ہیں۔ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احداء الامن ارتضی من رسول سورۃ الجن)۔ ''اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے اور کسی کو اپنے غیب پر ظاہر (مطلع) نہیں کرتا مگر اس رسول کو (ظاہر کرتا ہے) جسے وہ چن لیتا ہے''۔ وعلمك مالم تكن تعلم (سورۃ نساء) ''جو کچھ بھی تم نہیں جانتے تھے ہم نے تمہیں پڑھا دیا''۔ وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء سورۃ آل عمران) ''اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ہر ایرے غیرے کو غیب پر اطلاع دے وہ غیب کی اطلاع دینے کے لئے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے''۔

تو بات صاف ظاہر ہو گئی کہ علم ذاتی نہیں عطائی ہے۔ ذاتی اللہ کا خاصہ ہے اور عطائی رحمت دو جہاں ﷺ کی شان ہے اور آج کل ایک نئی تحقیق نکل آئی ہے کونسی؟ کہ اطلاع غیب کی تو ہے مگر علم غیب کوئی نہیں۔ عجیب بات ہے حالانکہ اطلاع اسی لئے دی جاتی ہے کہ علم آئے۔ اچھا یہ بتلاؤ جنہیں اللہ نے غیب کی اطلاع نہیں دی انہیں علم غیب ہے؟ کیوں نہیں؟ اس لئے کہ انہیں اللہ نے اطلاع نہیں دی۔ تو جنہیں اطلاع نہیں دی علم غیب انہیں بھی نہیں اور جنہیں اطلاع دی ہے انہیں بھی نہیں تو اطلاع دینے کی تکلیف کیوں کی؟ تو گویا اللہ تعالیٰ کا یہ کام ہی بے فائدہ اور عبث ہو گیا۔ معلوم ہوا جنہیں اطلاع نہیں دی ان کے پاس علم نہیں اور جنہیں دی ہے ان کے پاس علم ہے۔ اطلاع علی الغیب تعلیم' اظہار علی الغیب' اخبار غیب کا بھیجنا ان تمام کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ علم آئے۔ جاہلانہ سوال:۔ ایک دلیل اور دی جاتی ہے (جس میں سراسر جہالت کا ثبوت ہے) کہ قرآن میں کیوں نہیں آیا کہ محمد یعلم الغیب کہ محمد غیب جانتے ہیں یا اس طرح کے کوئی اور الفاظ نہیں ملتے۔ لہٰذا یہ عقیدہ غلط ہوا۔

عالمانہ جواب:۔ تو میں پوچھتا ہوں جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وعلمك مالم تكن تعلم ''جو بھی تم نہیں جانتے تھے ہم نے تمہیں بتلا دیا''۔ بندہ کسی تعلیم دینا چاہے تو اپنے لیکچر دے گا لیکن جب اللہ تعالیٰ پڑھائے تو وہ ہماری طرح صرف لیکچر تو نہیں دے گا کہ کسی کو سمجھ آئے نہ آئے جس طرح میں تمہارے سامنے اپنی گزارشات پیش کر رہا ہوں۔ تو میں اپنے علم کو تمہارے ذہنوں میں نہیں ٹھونس سکتا۔ عرض کر رہا ہوں سمجھا سکوں یہ بھی ممکن ہے نہ سمجھا سکوں یہ بھی ممکن ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ صرف لیکچر پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ تو دل میں ڈالتا ہے۔ فانه نزله على قلبك باذن الله (سورۃ بقرہ)۔ حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے کوئی بولی نہیں آتی تھی۔ اللہ نے ان کو بھی پڑھا دیا' معنی بھی آ گئے' الفاظ بھی آ گئے اور بولیاں بھی آ گئیں۔ تو علم غیب قرآن کی اقتضائے نص سے ثابت ہوا۔ قطعی طور پر ثابت ہوا کیونکہ اللہ کی تعلیم پر علم مرتب نہ ہو تو یہ ناممکن ہے۔ جب تعلیم غیب دے دی تو علم غیب بھی آ گیا۔ یہی نہیں بلکہ اللہ تو فرماتا ہے۔ وما هو على الغيب بضنين ''صرف میرا محبوب غیب جانتا ہی نہیں' غیب کی سخاوتیں بھی

کرتا ہے"۔اب اگر کسی کے پاس کوئی خزانہ وغیرہ ہے ہی نہیں تو وہ سخاوت کیسے کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ علم غیب (کا خزانہ) بھی اور سخاوت بھی کرتے ہیں۔

قارئین محترم! آئیں قرآن کریم کی طرف رجوع کر کے پتہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کتنا خزانہ عطا فرمایا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔انا اعطینك الكوثر "اے محبوب ﷺ! ہم نے آپ کو اتنا دیا کہ مخلوق کے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہے" (سورۃ کوثر)۔

اعتراض مع جواب:۔اور یہ جو آیت کریمہ پیش کی جاتی ہے لا اقول لكم عندى خزائن الله یہ تواضع پر محمول ہے۔ذرا روح المعانی ہی اٹھا کر دیکھیں۔اس آیت کی تفسیر میں علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔لا اقول لكم عندى خزائن الله اى من حيث انا و لا اعلم الغب اى من حيث انا وله صلى الله عليه وسلم مقام مارميت اذ رميت ولكن الله ومن وان الذين يبايعونك انما يبايعون الله۔

رحمت دو جہاں ﷺ کا یہ مقام بھی ہے کہ میرے پاس خزانے نہیں اور میرے پاس علم غیب بھی نہیں۔ لیکن اس کا مطلب کیا ہے؟ ذاتی حیثیت میں محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت میں' لیکن ایک اور مقام بھی ہے کونسا؟ کہ اللہ نے آپ کو اپنا نائب بنا دیا ہے اپنا قائم مقام بنا دیا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ کا بولنا اللہ کا بولنا' آپ ﷺ کی بیعت اللہ کی بیعت' آپ ﷺ کا مارنا اللہ کا مارنا اور یہ وہ مقام ہے کہ مرغ عقل اپنی پرواز کے ذریعہ اس مقام پر کبھی نہیں پہنچ سکتا۔بھنگیوں کی طرح ایک پہلو نہیں دیکھنا چاہئے دونوں دیکھنے چاہئیں۔کبھی آپ ذاتی حیثیت سے بات کرتے ہیں کبھی اللہ کے فضل و کرم اور اس کی عطا کو بیان کرتے ہیں۔جب فضل کو بیان کیا تو کہا کونین کے خزانے میری مٹھی میں ہیں اور جب اللہ کی ذاتی شان کو بیان کیا' امکان کی تخلیق کو بیان کیا تو کہا سب اس کا ہے میرا کیا ہے۔

میں بھی توں' توں بھی توں
میں ناہیں سب کچھ توں

جان رحمت ﷺ کی شان رحمت کا اظہار (ایک اندازے کے مطابق) دنیا میں نہیں ہو سکتا کیونکہ جن پر اس کا اظہار ہو وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔فدا ہوئے اور جان کی بازی لگا بیٹھے اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کتنے لوگ آپ ﷺ کی رحمت سے فیض یاب ہوئے ہیں۔

اس لئے اللہ دکھلائے گا قیامت قائم کر کے کہ میں رب کتنے لوگوں کا ہوں اور میرا نبی رحمت کتنے لوگوں کے لئے ہے۔سب کو اکٹھا کر کے میدان حشر کے اندر اللہ تعالیٰ بتلائے گا کہ یہ سارے فرشتے' جن و انسان' چرند پرند' درندے' ساری مخلوق" میں" رب کی پالی ہوئی ہے لیکن پرورش کے لئے رحمت و شفقت بھی ضروری ہے۔اس لئے اللہ کریم نے محبوب کریم ﷺ کو "رحمۃ للعالمین" بنایا اور خود اس رحمت کے صدقے میں اس جہان کو پالا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ اس دن ان سب کو اکٹھا کر کے بتلائے گا میں ان کا

رب ہوں۔ میرا پیاران کے لئے رحمت ہے یہ نہ ہوتے تو یہ (جہاں والے) نہ ہوتے۔ ان کے صدقے ان (لوگوں) کو پالا بھی تھا آج ان کے جو غلام بنے ہیں ان کو ابدی نعمتیں بھی عطا کروں گا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے برادر مولانا حسن رضا رحمتہ اللہ علیہ نے اسی نکتے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

آج پتہ چلے گا کہ اس محبوب ﷺ کی شان کیا ہے؟ اس کا مقام کیا ہے؟

میں حشر کی حقیقت اتنی سمجھ رہا ہوں
دونوں جہان ہوں گے ان کا شباب ہو گا
آج شباب رحمت دکھایا جا رہا ہے

دوستو! ایک بات اور بھی یاد رکھیں۔ جو رحمت ہو فکر اسی کو ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ رحمت مجسم ﷺ تھے اس لئے اپنوں کی فکر بھی انہی کو تھی اور دوسروں کی فکر بھی انہی کو تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کوئی انتظام نہیں کر کے گئے۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام کوئی بھی انتظام نہیں کر کے گئے۔ اس لئے نہیں کہ انہیں پتہ نہیں تھا بلکہ معلوم تھا کہ قیامت آئے گی امتیں پریشان ہوں گی۔ امتیں سوالی بن کر آئیں گی مگر یہ بھی پتہ تھا کہ انتظام کرنے والا بھی آرہا ہے۔ ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے ہم کریں استعمال اپنی دعاؤں کو یہاں پر وہ دعائیں بچا کے آئیں گے اور سب کا انتظام کریں گے۔

سنتے ہیں کہ محشر میں بس ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے بس پھر تو بھلائی ہے

جس کا سایہ زمین پر پڑتے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ محشر کے دن ان کا سایہ رحمت اتنا پھیلے گا کہ پورے محشر والوں کو وہ سایہ کافی ہو جائے گا اور سب اسی کے سایہ میں سکھ کا سانس لیں گے اور اسی کے ذریعے حساب و کتاب شروع ہو گا اور جنت کے حقدار جنت میں جائیں گے۔

قارئین کرام! آیئے ذرا میدان حشر کی بھی سیر کراتا جاؤں۔ جب اللہ اپنے پورے جلال میں ہو گا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ترساں و لرزاں ہو گی اور جب کوئی کسی کا یار و مددگار نہ ہو گا اور جب باپ اپنے بیٹے سے اور بیٹا اپنے باپ سے بھاگے گا، جس کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ''اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے ہر شخص کو ان میں سے اس دن ایسی فکر لاحق ہو گی جو اسے (سب سے) بے پرواہ کر دے گی'' (سورۃ عبس)۔ ''جب کوئی اپنے پسینے میں گھٹنوں تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک ڈوبا ہوا ہو گا'' (مشکوۃ شریف)۔ ساری مخلوق ایک دوسرے سے مشورے کے بعد سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر شفاعت کے لئے عرض کرے گی۔ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں

بھیجیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجیں گے (مشکوۃ شریف)۔

• یہ چکر کیوں چلا؟ اللہ تعالیٰ سیدھا کہہ دیتا یا حضرت آدم علیہ السلام کہہ دیتے کہ آج شفاعت سوائے حضرت محمد ﷺ کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ سیدھے ان کے پاس جاؤ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ گویا اللہ تعالیٰ کو مقصود یہ تھا کہ اگر پہلی مرتبہ محبوب کریم ﷺ کے در پر بھیج دوں گا لوگوں کے ذہن میں یہ خلش رہے گی کہ شفاعت اور بھی کرسکتے تھے لیکن گئے جو نہیں ادھر اس لئے شفاعت نہیں کی ہے۔ اللہ فرمائے گا پھر لو سوال کر لو ان کے در پر جا کر، دامن تمنا پھیلا لو۔ جب دامن میں خیرات نہیں پڑے گی تو پھر میرے یار کے در پر جا کر عرض کرنا۔ ساری بگڑی بن جائے گی۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس منظر کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی
عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

آخری بات بھی عرض کرتا چلوں کہ آپ ﷺ (امت کو بخشوانے کے لئے) سر سجدے میں رکھیں گے لیکن رب اٹھالے گا (مشکوۃ شریف ملاحظہ فرمائیں)۔ معلوم ہوا کہ محبوب تواضع کرتے جائیں گے رب رفعتیں دیتا جائے گا تو یہ جھکے ہیں رب نے اتنا اونچا کر دیا ہے جہاں اپنا عرش ہے اس کے دائیں جانب کرسی یار کے لئے بچھادی ہے (مشکوۃ شریف)۔ اب یہ ٹھیکہ کرسیاں بچھانیکا کسی بریلوی کے پاس ہوگا؟ کہ وہ دھاندلی کرلے کرسی اللہ کے پاس بچھاوے گا نہیں بلکہ یہ اللہ کا اپنا انتظام ہوگا۔ ہم پہ بڑے اعتراض ہوتے کہ نبی کو اللہ سے ملا دیتے ہیں۔ ملانے والا ملاتا ہے ہم تو بیان کرتے ہیں ہم کون ہیں ملانے والے اسے کہو ملانا چھوڑ دے ہم بیان کرنا چھوڑ دیں گے۔ وہ کرسی ساتھ رکھوائے گا ہم وہ بیان کرتے ہیں کہ رکھوائے گا اگر وہ نہیں رکھوائے گا تو ہم بھی نہیں بیان کریں گے۔ یہ اس سے پوچھو کہ وہ کرسی کیوں رکھوائے گا۔ عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا "محبوب عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود (مقام شفاعت) پر کھڑا کرے گا" (سورۃ بنی اسرائیل ۷۹)۔ مالک دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں ہیں۔ ثم اقوم عن یمین اللہ مقام یغبطنی الاولون والاخرون "پھر میں سجدے میں سے اٹھ کر اس کرسی کے مقام پر کھڑا ہوں گا اگلے اور پچھلے مجھے رشک کی نظروں سے دیکھیں گے" (مشکوۃ شریف)۔ حضرت حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ منظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جدھر خدا ہے ادھر نبی ہے، جدھر نبی ہے ادھر خدا ہے
اور خدائی بھی سب ادھر پھرے گی، جدھر وہ عالی مقام ہوگا

خدا کی مرضی ہے اُن کی مرضی، ان کی مرضی ہے خدا کی مرضی
ان کی مرضی پہ ہو رہا ہے، ان کی مرضی پہ کام ہو گا

محترم قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بڑی بڑی اور بے شمار شانیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس باعث ایجادِ عالم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ العالمین معرف باللام کا تقاضا ہے کہ وہ جہان کی ہر ہر چیز اور ہر ہر ذرہ کے لئے رحمت ہیں۔ وہ آسمان والوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ زمین والوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ عرش والوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ فرش والوں کیلئے بھی رحمت ہیں۔ وہ نوریوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ ناریوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ آبیوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ خاکیوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ حیوانات کے لئے رحمت ہیں تو وہ معدنیات و جمادات کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ پھولوں کے لئے بھی رحمت ہیں تو وہ پھلوں کے لئے بھی رحمت ہیں تو وہ اپنوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ بیگانوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ انسانوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ فرشتوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ جنوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ قدسیوں کے لئے بھی رحمت ہیں کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمود آلوسی قدس سرہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں زیر آیت و ما ارسلنك الا رحمة للعالمين میں فرمایا والذی اختاره انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انما بعث رحمة لكل فرد فرد من العالمين ملائكتهم وانسهم وجنهم ولا فرف بين المؤمنين والكافر من النس والجن فى ذالك "یعنی میرا نظریہ اور عقیدہ یہ ہے کہ حبیب خدا سیدنا انبیاء ﷺ سب جہانوں کے ہر ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ وہ فرشتوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ انسانوں اور جنوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ وہ مومنوں کے لئے رحمت ہیں تو وہ کافروں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ یاد رہے کہ وہ کافروں کے لئے ان معنوں میں رحمت ہیں کہ اب کافروں کے لئے عذاب مستاصل نہیں آئے گا۔

شانِ رحمۃ للعالمینی ﷺ کا مظاہرہ

خواجہ خواجگان سیدی خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ نے فرمایا۔ جب میں حج کے لئے گیا اور پھر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور وہاں روضہ مقدسہ پر حاضری دی تو یوں محسوس ہوا کہ وجود شریف حضرت رسالت مآب ﷺ عرش سے لے کر فرش تک سارے جہانوں کے لئے مرکز ہے۔ بے شک عطا کرنے والا اللہ رب العالمین ہی ہے۔ لیکن جس کسی کو بھی فیض پہنچتا ہے وہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے وسیلہ سے پہنچتا ہے وہ مہمات مالک وملکوت حضور ﷺ کے اہتمام سے انجام پذیر ہوتے ہیں (مقامات امام ربانی صفحہ ۱۱۲)۔ اس ایمان افروز ارشاد مبارک سے ہمیں چند فوائد حاصل ہوئے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ ہمارے نبی محبوب کبریاء ﷺ زندہ جاوید ہیں۔

☆ وہ سارے جہانوں کے لئے ازعرش تا فرش ہر ہر فرد اور ہر ذرے کے لئے مرکز اور فیض رساں ہیں۔
چنانچہ ابریز شریف میں ہے ایک کلمہ گو مسلمان نے کہہ دیا کہ مجھے تو اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ایمان کی صرف راہنمائی ملی ہے لیکن ایمان کا نور تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے۔ یہ سن کر ایک ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ارے تو کیا کہہ رہا ہے کیا اگر ہم وہ ایمان کا نور جو کہ نبی اکرم ﷺ سے پہنچ رہا ہے کاٹ دیں تو تجھے منظور ہے اس نے کہا مجھے منظور ہے۔ اتنا کہنا تھا کہ وہ بدنصیب صلیبت کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا اور وہ کافر ہو گیا اور کفر پر ہی مر گیا (ابریز صفحہ ۲۲۹)۔

☆ عطا کرنے والا بے شک اللہ تعالیٰ ہے لیکن ہر کسی کو ہر نعمت محبوب کبریاء ﷺ کے وسیلہ سے ملتی ہے۔

☆ وہ سب جہانوں کے لئے مہتمم ہیں انہی کے اہتمام سے کاروبار عالم چل رہا ہے۔

شانِ رحمۃ للعالمین ﷺ کا دوسرا مظاہرہ

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ نے فرمایا سارے نبی علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے سرچشمہ آب حیات کے ایک پیالے سے سیراب ہیں اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نبی اکرم ﷺ کے بے پایاں رحمت کے سمندر کے ایک گھونٹ پر قانع اور مشبع ہیں۔ فرشتے ان کے طفیلی ہیں اور آسمان ان کی حویلی ہے۔ وجود کا رشتہ ان کے ساتھ منسلک اور ایجاد کا سلسلہ ان کے ساتھ مربوط ہے اور ربوبیت کا ظہور ان کے ساتھ وابستہ ہے۔ ساری کائنات انہی کے دم قدم سے قائم ہے اور کائنات کا خالق ان کی رضا کا طالب ہے جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے انا اطلب رضاك يامحمد (مکتوب خواجہ محمد معصوم سرہندی صفحہ ۳۷)۔ ان مندرجہ بالا ارشادات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ محبوب کریم ﷺ ہر ہر ذرہ کے لئے رحمت ہیں۔

س: رحمت اور زحمت آپس میں ضد ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے جیسے کہ دن اور رات آپس میں ضد ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہوگا کہ رات بارہ بجے سورج چڑھا ہوا ہو کیونکہ دن اور رات آپس میں ضد ہیں لہذا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یونہی رحمت اور زحمت آپس میں ضد ہیں یہ بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے تو جب محبوب کریم ﷺ سب کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے ہیں تو چاہئے کہ اب زحمت باقی نہ رہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زحمت موجود ہے کہ کوئی بخار میں مبتلا ہے' کوئی طاعون میں مبتلا ہے' کوئی فقر و فاقہ میں پس رہا ہے اور طرح طرح کی زحمتوں نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں یہ کیوں ہے؟

ج: اگر آپ غور فرمائیں تو یہ چیز کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اب کوئی زحمت باقی نہیں رہی مندرجہ ذیل چند احادیث مبارکہ پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کہیں کوئی زحمت باقی ہے۔

☆ عن عائشه رضى الله عنها قالت سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون فاخبرني انه عذاب يبعثه الله على من يشآء وان الله جعله رحمة

للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرا محتسبا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید (رواہ البخاری)''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے راحت جاں ﷺ سے سوال کیا کہ طاعون کیا ہے تو محبوب کائنات ﷺ نے فرمایا طاعون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس عذاب کو بھیج دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طاعون کو ایمان والوں (میری امت) کے لئے رحمت بنا دیا ہے لہذا جو میرا امتی طاعون میں مبتلا ہو جائے اور وہ صابر و شاکر ہو کر اور یہ جان کر اپنے ہی شہر میں رہے کہ وہی تکلیف پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے لکھی ہوئی ہے اور وہ فوت ہو جائے تو اس کے لئے شہید جیسا اجر و ثواب ہے''۔

☆ عن جابر قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ام السائب فقال مالک تزفزفین قالت الحمی لا بارک اللہ فیہا فقال لا تسبی الحمی فانہا تذہب خطایا بنی آدم کما تذہب الکیر ''سیدنا جابر صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ام سائب صحابیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو مالک دو جہاں ﷺ اس کی بیمار پرسی کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے۔دیکھا تو وہ کانپ رہی تھیں محبوب کریم ﷺ نے پوچھا اے ام سائب کیا ہوا تو کیوں کانپ رہی ہے اس نے عرض کیا حضور (ﷺ) مجھے بخار ہے جس کی وجہ سے میں کانپ رہی ہوں اور ساتھ ہی کہہ دیا اللہ تعالیٰ بخار میں برکت نہ دے یہ سن کر رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا۔اے ام سائب بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بخار تو انسان کے گناہ یوں جلا دیتا ہے جیسے بھٹی میں لوہے کا زنگار جل جاتا ہے''۔اس حدیث پاک سے بھی واضح ہوا کہ بخار ہے تو زحمت لیکن رحمت والے نبی ﷺ کے دامن میں آ کر زحمت بھی رحمت بن گئی کہ بخار انسان کے گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

☆ عن انس قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ اذا ابتلیت عبدی بجبتیہ ثم صبر عوضتہ منہما الجنۃ یرید عینیہ (رواہ البخاری)''سیدنا انس صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رحمت دو جہاں ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں کسی بندے کی آنکھیں لے لوں اور وہ صبر کرے تو ان آنکھوں کے عوض اس بندے کو جنت عطا کر دیتا ہوں''۔اس حدیث پاک سے سبق ملتا ہے کہ نابینا ہونا زحمت ہے لیکن رحمت والے نبی ﷺ کی رحمت کا صدقہ نابینا ہونا بھی رحمت بن گیا کہ اس کے بدلے جنت عطا ہو گئی۔

☆ عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مایصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ہم ولا حزن ولا اذی ولا غم حتی الشوکۃ یشاکہا الا کفر اللہ بہا من خطایاہ (متفق علیہ) (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۳۴)۔''فرمایا جان

کائنات ﷺ نے مسلمان کو کوئی دکھ کوئی تکلیف کوئی پریشانی کوئی حزن اور غم پہنچتی کہ اگر مسلمان کو کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس مسلمان کے گناہ مٹا دیتا ہے"۔

☆ ما من مسلم یصیبه اذی من مرض فما سواه الا حط الله تعالیٰ به سیئاته کما تحط الشجرة ورقها (صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مشکوۃ شریف صفحہ ۱۳۴) "مسلمان کو کوئی دکھ تکلیف بیماری وغیرہ کی وجہ سے پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ یوں جھاڑ دیتا ہے جیسے کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں"۔

☆ عن انس رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الرب تبارک وتعالیٰ یقول و عزتی و جلالی لا اخرج احدا من الدنیا ارید اغفرله حتی استوفی کل خطیئته فی عنقه بسقم فی بدنه و اقتا فی رزقه "سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک کائنات ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں جس بندے کو بخشنا چاہتا ہوں اس کے دنیا سے جانے سے پہلے اسے بیماری اور تنگدستی میں مبتلا کر دیتا ہوں حتیٰ کہ وہ دنیا سے جانے سے پہلے گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے"۔

الحاصل ان احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اب کوئی زحمت باقی نہیں رہی بلکہ ہر زحمت اس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دامن رحمت کی وجہ سے رحمت بن گئی ہے خواہ وہ فقر و فاقہ ہو یا کہ بیماری اور دکھ درد ہو کیونکہ وہ ہیں رحمۃ للعالمین ﷺ (مزید تفصیل ہماری کتاب "رحمت کائنات ﷺ" اور "رحمت دو جہاں ﷺ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

رسول رحمت پیغمبر محبت ﷺ

زباں پہ بار الٰہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

انسانی زیست کے تمام حوالے اسی نور مبین سے منور ہیں۔ جو فاران کی چوٹی پر آخری ہدایت کے نام سے چمکا۔ شرق و غرب کے تمام کونے اسی مہر رحمت سے درخشاں ہیں۔ جس کا اسم اقدس عالم زمین پر محمد ﷺ اور عرش معلی پر احمد ﷺ ہے۔

انسانی زندگی ایک مستقل سفر پر رواں دواں ہے۔ تاریخ عالم اس لامتناہی سفر کا ایک ایک لمحہ محفوظ کر رہی ہے۔ ایام ماضی کی حکایت دل نشیں مستقبل کے منصوبوں کو جنم دیتی ہے۔ ایام دیرینہ کی تاریخ کا دہرانا بعض اوقات حتمی نتائج مہیا کرتا ہے۔ تاریخ کے غلط قیاس اور انجانے تخمینے پوری انسانی دنیا کو گمراہ کن منزلوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ہر دور کا انسان اپنے اجتماعی اور انفرادی شعور میں ایک ایسی حقیقت کاملہ کو تلاش کرتا رہا ہے جو اسے زندگی کے حقیقی اور کامل نجات دہندہ کے دروازے پر لا کھڑا کرے۔ الہامی اور غیر الہامی افکار اور نظریات نے انسان کو اس سوال کا جواب فراہم کیا مگر انسان تشنہ ہی رہا۔

ابن آدم ضعیف الفطرت ہے۔اس لئے وہ ایک ایسا ضابطہ حیات مانگتا ہے جو شفقت کا شاہکار ہو' آسانی کا اشارہ ہو' کشادگی سے بھرپور ہو' بشارتوں سے معمور ہو اور معبود کے ہاں منظور ہو۔وہ نظریہ اتنا مکمل ہو اور ایسا ہمہ گیر ہو کہ سختی کا تصور مٹے نرمی کا راج ہو' زور کا غلغلہ مٹے اور پیار کا ساز ہو' زبردستی نہیں شفقتوں کا ترانہ ہو' غضب کا نہیں رحمتوں کا زمانہ ہو۔تاریخ' جغرافیہ' الہام' فلسفہ' قیاس' کوتاہ دست ہو گئے تو دعائے ابراہیم علیہ السلام نے رحمت حق کا لباس پہنا اور سراپا رحمت کا لقب لاشریک لے کر عالم بالا سے کائنات ارضی پر جلوہ افروز ہو گئی۔کتاب الٰہی نے توثیق کی و ما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔ظہور رحمت پر فکر کے وسیع سمندر میں اتنے موتی پوشیدہ ہیں کہ اہل عالم غواصی شروع کریں تو رحمت کے سمندر میں صرف حیرت کا شکار ہو کر رہ جائیں۔جان رحمت ﷺ کی صفات عالیہ میں رحمت ہی وہ اہم ترین صفت ہے کہ اس کے فیضان کا سلسلہ ایک لمحے کے لئے بھی رک جائے تو القارعته مالقارعته کی ہوشربا صدائیں گونجنے لگیں۔رحمت کے لفظی معنی رقت قلب ہوتے ہیں۔یعنی ایسی رقت جو دوسروں کے دلوں کی اجڑی بستیوں کو کامرانی سے معمور کر دے اور اگر یہ رقت والا دل اپنا کلام بند کر دے تو زمان و مکان کی نبض رک جائے۔

جاں ہیں وہ ہر جہاں کی' جاں نہ ہو تو جہاں نہیں

سورۃ احزاب میں ارشاد ہوتا ہے کہ انا ارسلناك شاهداً و مبشراً ونذيرا و داعياً الى الله باذنه و سرجا منيرا ''اے محبوب ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد بنایا' مبشر قرار دیا' گراہی و خباثت سے خوف دلانے والا بنایا' داعی الی الحق بنایا''۔رحمت حق وہی ہو سکتا ہے کہ جس کا مشاہدہ اس قدر مکمل اور ہمہ بین ہو کہ کائنات کا ہر ذرہ اس کی وسعت ادراک میں جگہ پا رہا ہو۔موجودات کائنات اور حقائق حیات کی بھلائیاں اور برائیاں اس پر مہر نیمروز کی طرح آشکار ہوں۔ جنت کی بشارت مشاہدہ و ملاحظہ کے بعد دے۔دوزخ کا خوف خود معائنے کے بعد دلائے اور پھر راہ شر اور جادۂ خیر کا تعین کر سکے۔ ہر وقت منزل پر اس کا ٹھکانہ ہو۔خالق کی رضا و غضب کے انداز سے خوب آشنا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ قدرت و اختیار بھی حاصل ہو کہ وہ اپنی فیضان حکمت و کردار سے پوری کائنات کو منزل نجات تک پہنچا سکے۔

دوستو!اس رحمت کا مصداق از روئے قرآن رحمت دو جہاں ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذ كم منها ''اے لوگ! تم تو دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اس (کریم) نے تمہیں اس سے بچا لیا''۔رحمت کاملہ کے لئے ایک شرط ضروری یہ بھی ہے کہ اس کا دائرہ عمل و فیض بغیر کسی تفریق ماوشا کے ہو۔اس کی کرم فرمائیاں ہر دور کائنات پر اس طرح ہوں کہ اپنے اور غیر کا فرق نہ رہے۔قرآن شریف نے رحمت عالم ﷺ کو سراج منیر قرار دیا۔یعنی ہدایت و رحمت' شفقت و کرم کا وہ نیر تاباں جو بلند پہاڑوں پر چمکے تو اس کی کرنیں فیضیابی کا سبب بنتی ہیں۔سمندر کی وسعتیں

اس کی جودافزائی سے خیرات لیتی ہیں۔ بغیر برے بھلے کی تمیز کے خورشید آسمانی ساری کائنات ارضی پر اپنی صفات کی خیرات بانٹتا ہے۔ بلاتشبیہ وتمثیل سید انس وجان سرور کون ومکان ﷺ کی رحمت عجمی کے لئے عربی کے لئے، کالے کے لئے، شرق کے لئے، غرب کے لئے، مکاں کے لئے اور زماں کے لئے یکساں و ہمہ پہلو ہے۔ حیات کا ہر راہ رو اپنا راستہ اور اپنی منزل اسی سائبان رحمت تلے طے کرسکتا ہے۔

زندگی تھی چلچلاتی دھوپ میں زار و زبوں
راہروؤں کو سایہ ابر رواں درکار تھا

رحمت کی شرائط کا ذکر اپنی جگہ درست لیکن وجود رحمت میں خود اس بات کا داعیہ پیدا ہو جائے کہ رحمت کا فیضان ہونا ضروری ہو۔ ورنہ اسے ہونا نہیں چاہئے۔ یعنی وجود رحمت اپنی تخلیق وعمل میں سوائے رحمت کے اور کچھ نہ ہو۔ رحمت سراپا رحمت، منبع رحمت، خود عاصیوں کی تلاش خود عصیاں پر برسنے کے لئے کرم فرمائیوں کا سفر کہ قرآن نے گواہی دی کہ ان پر ہدایت کے دروازے نہ کھلیں تو منبع جود ونوال ﷺ پریشان ہو جائے یہ فضل وسخا کی حکایت مرہم زا صرف مومنین کے لئے نہیں بلکہ ہر ذرہ کائنات اس کا مستحق ہے کیونکہ آپ ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ آپ ﷺ کی رحمت اللعالمینی پر کتب مذاہب الہامیہ اور غیر الہامیہ گواہ ہیں کہ وہ سراپا رحمت ہیں۔

Edward Giletion اپنی مشہور کتاب **(The decline & fall of the Roman Empire)** کی جلد تین میں لکھتا ہے۔

"The good-sense of Muhammad despised the pomp of royalty: the apostle of God submitted to the menial offices of family; he kindled the fire, swept the floor, milked the cows, and mended with his own hands his shoes and his woolen, garments. Disdaining the penance and merit of hermit, he observed, without effort or vanity, the abstemious diet of an Arab and a soldier. On solemn occasions he feasted his companions with rustic and hospitable plenty; but in his domestic life many weeks would elapse without a fire being Kindled on the hearth of the Prophet."

انجیل برنباس باب ۴۵ کی آیت سنیئے (۵)۔ ''اور خدا کا رسول جب آئے گا تو خدا گویا اس کو اپنے ہاتھ کی مہر عطا کرے گا اور وہ دنیا کی ان تمام قوموں کے لئے جو اس کا دین قبول کریں گی۔ نجات اور رحمت لائے گا''۔ یہ آسمانی شہادت ہے۔ اب ذرا ارضی مذاہب اور عجمی روایت کے حامل دھرم کی گواہی سماعت کیجئے۔ یہ شہادت مجوسیوں کی کتاب اوستا ہے۔ یہ کتاب ژند زبان میں تھی۔ پھر یہ زبان مٹ گئی۔ علمائے ایران نے ایک نئی زبان پاژند میں اس کا ترجمہ کر دیا۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ کے اب اس کا دسواں حصہ موجود ہے۔ مجوسی زرتشت کو اپنا نبی مانتے ہیں۔ زرتشت نے اوستا میں لکھا'' کہ میں نے دین کو مکمل نہیں

کیا۔میرے بعد ایک اور نبی آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا اور اس کا نام رحمت اللعالمین ہوگا"۔
تذکرہ رحمت زبور و انجیل اور توریت میں بھرپور انداز سے کیا گیا ہے۔ مشہور محقق Dr. W.C.Taylor اپنی کتاب The History of Muhammadenism میں لکھتا ہے(٦)۔

"So great was his liberality to the poor, that he frequently left his household unprovided; nor did he content himself with relieving their wants, he entered into conversation with them and expressed a warm sympathy for their sufferiags, which is to the wretched a boon frequently more grateful than charitable relief. In the domestic circle he was deservedly beloved; Zaid, while yet a slave refused to receive freedom, if it would have the effect of separating him from so indulgent a master, he was a firm friend and a faithful ally; his soldiers were enthusiastic in their attachment to his person, the Madinities regarded him as second only to the Divinity."

رحمت رب کا فیضان انسان میں حیوان میں جمادات اور نباتات تک میں جاری و ساری اسی رحمت کا پرتو ہے کہ حیات و ممات کی تفریق کی جا سکتی ہے۔مقام رحمت ہی کے سبب شفاعت کا مژدہ سنا جاتا ہے۔ قبر و حشر کی جبر سامانیاں رحمت ہی سے دور ہو سکتی ہیں۔رحمت عالمین سے کسی مقام اور کسی زمان میں رشتے کا منقطع ہو جانا ذات و پستی کے مترادف ہے۔

نفس نفس پہ رحمتیں قدم قدم پہ برکتیں
جدھر جدھر سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں سے وہ گزر گیا

عرب کے اجڈ اور جاہلیت سے بھرپور معاشرے میں تاریخ کی غلیظ ترین روایات جنم لے رہی تھیں۔ کائنات کی جملہ خرابیاں جزیرہ عرب میں نمائندہ حیثیت سے انسانیت سوزی کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔لوٹ کھسوٹ، ظلم و جور، ڈاکہ چوری، سینہ زوری، مکر و فریب، دجل و شیطنت اور حقوق سلبی کے گاہرانہ اور ظالمانہ ماحول میں جھانک کر بھی کہا جا سکتا ہے۔

حضور خواجہ خیر الانام سے پہلے
فضا اداس تھی ان کے پیام سے پہلے

ظلم و تعدی کی انتہا پر انسانیت بلک اٹھی اور خالق فطرت نے دعائے ابراہیم (علیہ السلام) کو پذیرائی بخشی اپنے محبوب مکرم ﷺ کو حکمت کا تاج اور تزکیہ باطن کا راز عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔پھر ہدایت کی باد صبا نے اس گلشن کائنات میں ایمان کی باد شمیم کا راستہ صاف کر دیا۔آج ہر صاحب ایمان رحمت رب سے

اپنا رشتہ جوڑے ہوئے ہے اور اس محبت کا معجزہ یہ ہے کہ ہر سانس گلاب ہو جاتا ہے۔ ہر دل شراب محبت میں خود مست ہو جاتا ہے وجود ذات میں محبت الٰہی کے ساز بج اٹھتے ہیں اور معرفت حق کے نغمے گونجتے ہیں۔ اپنے تو اپنے فکر اغیار بھی مجبور ہے کہ وہ خراج تحسین پیش کرے۔ جارج برنارڈ شا لکھتا ہے (۷)۔

George Bernard Shaw observes, "if any religion has the chance of ruling over England, within the next hundred years, it can be Islam".

It much needed peace and happiness".

"I Have always held the religion of Muhammad in high estimation because of its wonderful vitality. It is the only religion which appears to me to possess the assimilating capability to adapt itself with the changing phases of existence, which can make its appeal to every age. I believe that if a man like Muhammad were to assume the dictatorship of the modern world, he would succeed in solving its problems in a way that would bring"

رسول معظم ﷺ رحمت کل ہیں۔ کائنات کے اس عظیم نجات دہندہ کو اقامت سے سفر تک ہجرت سے بدر تک، حجرہ عالیہ سے خدا کے گھر تک، آپ رحمت کا پیکر پائیں گے۔ اس جناب کی دعوت، اس سرکار کی حکمت، اس نائب خدا کی فراست اپنے انداز تبلیغ اور طریقہ تعلیم میں رحمت کا علم اٹھائے ہوئے ہے۔ وہ زندگی کے نمائندہ ہیں۔ وہ محبتوں کے قاسم ہیں۔ ان کے دشمن جاں بھی انہی کے چشمہ خیر سے جام بھرا کرتے ہیں۔ بیکسوں کے ملجا کو اس وقت دیکھو جب وہ دشمن کی بیٹی کو ردا رحمت اوڑھاتے ہیں۔ جنگوں میں قتل اور زیادتی قانون کا حصہ کہلاتی ہے مگر اے رحمت عالم آپ ﷺ نے اس آئین رحمت کی بنیاد ڈالی ہے کہ دوست تو دوست دشمن بھی خیر کے برابر کے مستحق ہیں۔ ایک جنگ میں دشمن کی ایک مقتول عورت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اسے کیوں مار دیا گیا۔ یہ تو جنگ نہیں کر رہی تھی۔

الفت کے ترانے ہونٹوں پر رحمت کا گلستان دامن میں
قربان تیرے محبوب خدا اخلاق نرالا ہے تیرا

سورۃ آل عمران میں ارشاد فرمایا۔ ''اے محبوب ﷺ ان کے قصور معاف فرما دیجئے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے''۔ تعلیم قرآنی کا یہ سراپا فتح مکہ کے بعد ابو سفیان، ہندہ، عبداللہ بن ابی سرا اور ہبل دری کے علاوہ ہبار جیسے ان دشمنوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے جن کی ایذا رسانی تاریخ ظلم و تشدد کا سرنامہ تھی۔ امن کا معاشرہ اپنی اخلاق کے لئے ایک علیحدہ ضابطہ مانگتا ہے۔ دو عالم پناہ ﷺ نے ایسا ضابطہ مقدس عطا فرمایا جس میں رحمتوں کی خوشبو اور آسائشوں کی پھبن ہے۔ آج کے حاکم اس کرم آمیز ضابطے کو اپنے افکار کی جان بنا لیں تو نالہ بندیاں ٹوٹ جائیں۔ ملازمین کے احتجاج، مظاہروں کی صورت اختیار نہ کریں۔

کسانوں کے جلوس نہ نکلیں اور مزدوروں اور بے کسوں پر پولیس کی لاٹھیاں نہ ٹوٹیں۔ ذرا قانون کے تیور دیکھیں "غلام کا یہ حق ہے کہ اسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اس پر کام کا اتنا بوجھ ڈالا جائے جتنا وہ سہار سکتا ہو"۔ فرمایا "کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں اپنے خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں۔ کونین کی ہزاروں سروریاں اور عطاؤں کے لاکھوں سلسلے اس کریم پر قربان جس نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز اپنے خادم کو ستر مرتبہ معاف فرمایا کرو"۔

اس دور ترقی میں بھی ذہنوں کے اندھیرے
خورشید رسالت سے ضیاء مانگ رہے ہیں

جب دل کی کھیتیاں خشک ہو جائیں اور دماغ کے نہاں خانے بنجر ہو جائیں۔ شفقت و محبت کی لت غائب ہو جائے۔ اخلاق مفقود ہو جائیں۔ ایمان کے راستے مسدود ہو جائیں تو پھر انسانیت ہر آن ماتم کرتی ہے۔ رحمت مجسم کا فضل و احسان آج بھی کمزور انسانوں کے لئے دارالامن کا درجہ رکھتا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو پیٹ رہے تھے کہ آپ ﷺ تشریف لائے اور رنجیدگی کے عالم میں فرمایا کہ ابو مسعود اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار حاصل ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے۔ اس نائب دست قدرت کی کرم گسترانہ صفات عالیہ ملائک سے عظمت انسانی کے لئے خراج وصول کرتی ہیں۔ جب آئین جہاں بانی میں انتقام کا باب رقم کیا جائے اور مخالفوں سے حق حیات چھین کر تخت خدائی پر متمکن ہونے کا تصور عود کر آئے اور سرگشتہ خمار نخض اپنے ہر قدم کو فلک پیما جاننے لگے تو پھر انسان بٹ جاتے ہیں۔ صاحبان اقتدار اور عامیان بے اختیار جبر و ضعف کی جنگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کبھی ظالم برقرار رہتے ہیں اور مظلوم بے قرار ہوتے ہیں اور بسا اوقات مظلوموں کا دور آتا ہے۔ بازو میں زور آتا ہے اور پھر یہی کتاب انتقام کا ہر باب کھولتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کا وقار عفو دیکھو۔ چچا بہت پیارے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی اور جگر نکال کر چبا جانے والی ہندہ فتح مکہ کے بعد حاضر ہوئی تو ان کا نام بھی دفتر معافی میں لکھا گیا۔ فاتحین جائیدادیں لوٹتے ہیں۔ تخت کو تاراج کرتے ہیں۔ تاج کو برسر بازار نیلام کرتے ہیں۔ عورتوں کو لونڈیاں اور جوانوں کو غلام کرتے ہیں۔ رحمت خدا کے صدقے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کو عطا فرما دی اور فرمایا کہ آج احسان و وفا کا دن ہے۔ صاحبو! یوم فتح کو انتقام و جفا کا بازار گرم کیا جاتا ہے۔ مگر ظلم و انتقام کی ہمیشہ کے لئے بیخ کنی کرنے والے محبوب کریم ﷺ کا نظارہ کرم نوازی دیکھو۔ شعب ابی طالب میں تین سال تک جس مشقت سے گزارے ہیں۔ وہ تاریخ ظلم و جبر کا سیاہ ترین باب ہے۔ سوکھے پتے اور سوکھا چمڑہ کھا کر گزارہ کیا۔ ہجرت مدینہ کے بعد حاکم یمامہ نے غلے کی ترسیل بند کر دی تو ابوسفیان روتا دھرتا بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوا اور سفارش کے لئے عرض کی۔ سرکار مدینہ نے یمامہ کے حاکم ثمامہ کو حکم فرمایا کہ ترسیل

جاری کی جائے۔

کون ان کی عطا سے ہے محروم
مصطفی محترم کی بات کرو

دشمنوں کے کارخانے بند کرنا اور مخالفوں کے کھیت اجاڑنا جان رحمت ﷺ کا منشور نہیں ہے۔ انسان تو انسان' چرند پرند اور جملہ حیوان اس نیر تاباں کی ضیائے رحمت تلے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے چڑیا کے بچے پکڑ لئے۔ چڑیا بے قراری میں ادھر ادھر چکر کاٹنے لگی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی ماں کو کس نے صدمہ دیا ہے۔ اس کے بچے واپس کرو۔ کبھی کبھی اونٹ بھی کم چارہ ملنے پر اپنے مالک کی شکایت کرنے حاضر ہوا کرتے تھے۔

رسول رحمت ﷺ کی سیرت مسک آگیں کا ہر پہلو منشور قرآن کا مصفٰی آئینہ ہے۔ اس لئے قرآن سے وابستگی رسول رحمت ﷺ سے تعلق کے بعد ہی میسر آ سکتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔ ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضو من حولك ''کہ آپ ﷺ اگر درشت خو ہوتے تو آپ ﷺ کے گرد سے لوگ ہٹ جاتے''۔ اگر کسی وقت بددعا کے لئے عرض کیا جاتا تو جان رحمت ﷺ ارشاد فرماتے کہ میں لعنت کے لئے نہیں رحمت کے لئے آیا ہوں۔ رحمت مجسم ﷺ نے انسانی معاشرے میں مکافات کے لئے مستقل ہدایت نامہ جاری فرمایا جس کا عنوان ہادی برحق ﷺ کا یہ قول اقدس ہے۔ لا یرحم فلا یرحم ''جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔ اپنے ماننے والوں کی علامت یہ مقرر فرمائی کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده ''مسلمان تو وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ سلامتی و رحمت کا اتنا چرچا کہ وقت ملاقات' آغاز تکلم کا قرینہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ قرار پایا۔

کلام سے پیام تک' زبان سے عمل تک' اشارے سے فعل تک' تعلیم سے بجا آوری تک' نجی حیات سے بین الاقوامی زندگی تک محبوب کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ پیار' محبت اور شیرینی کلام سے معمور ہے۔ اس دور کا فساد زمانے کی تخریب' بداخلاقی کا دور شرافت سے فرار' نسلوں کی لڑائی' بساط ادب و محبت کا کٹ جانا محض اور محض اس لئے ہے کہ ہم نے دامن رحمت مصطفیٰ ﷺ کو چھوڑ کر اغیار سے شفقتوں کی بھیک مانگی ہے۔ خوئے دل نوازی' عادت دلربائی' سلیقہ کرم فرمائی اور خدا ترسی کا فقدان اسی لئے ہے کہ ہم ذات رحمت سے درس رحمت حاصل نہیں کرتے۔ ایک نسل دوسری نسل سے بیزار ہے' استاد شاگرد سے الجھتا ہے' والدین اولاد کو کوستے ہیں' نوکر مالک سے جھگڑتا ہے' دوکاندار گاہک کو کھانے کو دوڑتا ہے' حاکم محکوم کو پسپا کرنے پر تلا ہوا ہے' ہمارے رویوں کی قلم انگیزیاں ہماری شقاوت قلبی کی پیداوار ہیں۔ غرور و نخوت نے اسے ایسا زنگ آلود کر دیا ہے کہ ہماری گفتگو عامیانہ ہے اور ہمارا کردار سوقیانہ ہے۔ اس کا علاج چشمہ رحمت کا وہ آب کرم ہے کہ جس نے بادیہ نشین سرپھروں کو مقرب بارگاہ الٰہی بنا دیا۔ آیئے ہم اپنے فکر میں اور قول و ذکر میں کردار و گفتار میں امن و چین میں۔ عتاب و فعل میں اسی جناب سے خیر مانگیں کہ جس نے

اشارہ ابرو سے گڈریوں کو جہاں دار اور جہانگیر بنا دیا تھا۔ ہاں

دہر کی مشکلوں کو ٹالا ہے
پستیوں سے ہمیں نکالا ہے
صرف میں کیا ہوں، ساری دنیا کو
رحمت مصطفیٰ ﷺ نے پالا

زندہ جاوید ہوتے ہیں وہ لمحے جن میں رسول اول و آخر ﷺ کا ذکر نور ہوتا ہے۔ قابل رشک ہوتی ہیں وہ آنکھیں جو جمال حبیب کبریاء کی یاد میں آنسوؤں کے موتی ڈولتی ہیں۔ اس لحاظ سے آپ سب اور میں خوش قسمت ہیں کہ ربیع الاول کے پر بہار مہینے میں بہار کائنات سرور رسولاں رحمت کونین ﷺ کے تذکرہ جمال سے اپنے دامن میں سعادت کی دولت سمیٹ رہے ہیں۔ مداح رسول، صحابی پیغمبر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کتنی سچی بات فرمائی تھی۔

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

''میں نے اپنے کلام سے محمد عربی ﷺ کی مدح وثنا نہیں کی بلکہ ان کے نام نامی اور اسم گرامی کی برکت سے میرا کلام قابل ستائش ہو گیا ہے''۔

اس ممدوح کائنات محبوب رب موجودات ﷺ کو ہمارے ذکر کی نہیں ہمیں ان کی رحمت کی احتیاج رہتی ہے۔ وہ سراپا کرم ہی کرم اور ہم از اول تا آخر محتاج کرم ہیں۔ ان کی شان تو خود ان کا خالق بیان فرماتا ہے اور قرآن حکیم میں اعلان فرماتا ہے ورفعنا لك ذكرك ''اور ہم نے آپ ﷺ کا ذکر بلند کر دیا''۔ ایک بار جبرائیل امین محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیسے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا ہے؟ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم خود ہی کہو۔ اس نے عرض کیا کہ رب کا فرمان ہے۔ اذا ذكرت ذكرت معى ''جب جب جہاں جہاں میرا ذکر ہو گا تو ساتھ ساتھ تیرا ذکر ہو گا''۔ جس طرح خدا رب العالمین ہے۔ محبوب کبریاء ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ جہانوں کے مالک نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیج دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وما ارسلنك الا رحمة للعالمين (اے نبی ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر عالموں کے لئے رحمت بنا کر''۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے رحمت کا ہر وہ عنصر حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس میں جمع کر دیا ہے جو انسانی فہم وادراک میں آ سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی رحمت کی حدود کو لامحدود کر دیا۔ بلکہ اسے ہر عالم اور ہر جہاں پر محیط کر دیا۔ زمین وآسمان، عرش وفرش، جن وبشر، حور وملائک، مومن وکافر، شجر وحجر، چرند پرند، جاندار و بے جان ہر ایک کے لئے اس رحمت عالمین کی عنایات کو عام فرما دیا۔ شاید کوئی حیران ہو کہ مومنین کے لئے تو نبی ﷺ رحمت ہیں۔ مگر کافروں کے لئے کیسے رحمت ہیں۔ علامہ طبری نے حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم ﷺ کو مومنین اور کفار سب کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ مومنین کے لئے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں جان رحمت ﷺ کے ذریعے صحیح راستہ دکھایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا۔ اس پر ایمان لانے اور عمل کرنے کے باعث جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی۔ کافروں کے لئے رحمت کا مفہوم یہ ہے کہ ان پر سے وہ کھلا عذاب دور کر دیا گیا جو رسولوں کو جھٹلانے کے باعث پہلی امتوں پر مسلط کر دیا جاتا تھا۔ حضور رحمت عالم ﷺ کا دل محبت و شفقت' دوستی و اخوت' رافت و مودت کا ایسا موجیں مارتا ہوا سرچشمہ جو دوستوں کو نہیں اپنے دشمنوں کو بھی سیراب کرنے کے لئے بے قرار ہو۔ نبی کریم ﷺ کی رحمت بے پایاں نے کبھی اپنے اور بیگانے میں فرق روا نہیں رکھا۔ چھوٹے اور بڑے میں کوئی تمیز نہیں رکھی۔ بارش برستی ہے تو وہ زرخیز اور بنجر زمین میں فرق روا نہیں رکھتی۔ رحمت اللعالمین ﷺ کے ابر کرم کی رم جھم برستی برسات بھی مومن و کافر سب کو نوازتی ہے۔ ان کے کریمانہ مزاج کو قرآن حکیم نے کس خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔

لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمومنين رئوف رحيم ''تمہارے پاس تمہیں میں سے ایسے رسول (ﷺ) آئے جن پر تمہاری بدحالی بہت شاق گزرتی ہے تمہاری بھلائی کا جن کو ہوکا لگا رہتا ہے۔ ایمان والوں کے لئے تو وہ بے حد رحم دل اور بے انتہا مہربان ہیں''۔ اس کی رحمت و رافت کا اس سے زیادہ واضح اور کونسا منظر ہوگا۔ اہل طائف رحمت کائنات ﷺ پر تشدد کر کے انہیں لہولہان کر دیتے ہیں۔ عذاب کے فرشتے کفار کو پیس ڈالنے کے لئے آپ کے اشارہ کے منتظر ہوتے ہیں مگر آپ ﷺ ایسے عالم میں بھی ایک ہی بات فرماتے ہیں۔

اے پالنے والے! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کہ یہ حقیقت سے بے خبر ہیں۔ اگر ہم دانشوران عالم کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو ہمیں قانون کی نکتہ آرائیاں ملیں گی۔ اخلاق کی میٹھی میٹھی بوریاں ملیں گی۔ لوگوں سے مروت و محبت کی تلقین نظر آئے گی۔ انسانیت کی خدمت کے بلند بانگ دعوے سنائی دیں گے۔ مگر اگر ہم قانون کی پابندی' اخلاق کی مٹھاس' مروت کے قرینے اور خدمت خلق کے مظاہرے ان مفکرین عالم کی اپنی زندگیوں میں دیکھنا چاہیں تو ہمیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ صرف یہی نہیں ہمیں کوئی ایسی جماعت بھی نظر نہیں آئے گی جسے ان اہل علم و دانش نے اپنی تعلیمات کے مطابق کردار کے عملی پیکروں میں ڈھال لیا ہو۔

ہاں یہ فضیلت اور یہ امتیاز' یہ بزرگی اور یہ اعجاز تو حضور رحمت للعالمین ﷺ ہی کا ہے کہ آپ نے قرآن جیسا ضابطہ قانون دنیا کے سامنے پیش کیا تو پھر اپنے عمل سے اس قانون کی تشریح و توضیح فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی صورت میں معاشرے کو عملی پیکر عطا کئے۔ اخلاق کی تعلیم دی اور ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ کہنا آسان ہے کہ اپنے دشمن کو معاف کر دو مگر جب کوئی جان کا دشمن مسلسل اذیتیں پہنچانے والا نہ صرف سامنے آجائے بلکہ مکمل قابو میں ہو پھر اس کا

معاف کر دینا بڑا مشکل کام ہے۔ کیا تاریخ عالم کے دامن میں ایسی کوئی اور نظیر ممکن ہے۔ جس کا چشم فلک نے فتح مکہ کے روز مشاہدہ کیا تھا۔ مکہ کے وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کو گالیاں دی تھیں' آپ ﷺ کی راہوں میں کانٹے بچھائے تھے' آپ ﷺ کو مع افراد کنبہ تین سال تک شعب ابی طالب میں محبوس رکھا' آپ ﷺ کے غلاموں کی کھالیں گرم لوہے سے داغی تھیں۔ انہیں تپتی ریت پر لٹایا تھا۔ ان کی زبانوں پر دہکتے انگارے رکھے تھے۔ انہیں سولیوں پر لٹکایا تھا۔ ہاں ہاں وہی مکہ کے لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھیوں سمیت مکہ شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جنہوں نے مدینہ منورہ میں بھی آپ ﷺ کا تعاقب کیا تھا۔ آپ ﷺ کے بہت سے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ آپ ﷺ کے عم کریم سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ وہ سب فتح مکہ کے روز آپ ﷺ کے سامنے ہاتھ باندھے' گردنے جھکائے کھڑے تھے۔ اگر آپ پسند فرماتے تو ایک اشارے سے تلواریں میانوں سے نکلتیں اور ان کی گردنیں سروں سے جدا ہو جاتیں۔ مگر آپ نے عفو و درگزر کا مظاہرہ فرما کر آنے والے زمانوں کے لئے اخلاق کا عملی نمونہ پیش فرما دیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ رحماء بینھم کی حسین تصویر بن گئے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے محبت کی بات کی تو پھر اپنی عمل سے اس کا اظہار فرمایا۔ ایک غلام سے ایسی محبت فرمائی' ایسی محبت فرمائی کہ اس کے والدین بھی اس کو لینے کے لئے آئے تو اس نے رحمت دو جہاں ﷺ کی صحبت پر ماں باپ کی رفاقت کو قربان کر دیا۔ احد پہاڑ پر نظر ڈالی تو وہ بھی آپ ﷺ کی محبت کا اسیر ہو گیا۔ لکڑی کے سوکھے تنے استن حنانہ سے ہاتھ اٹھایا تو وہ آپ کے فراق میں ہچکیاں لے کر رونے لگا۔ آپ کے فرزند کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ یہ محبت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ سیدنا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ ﷺ ان کی لحد میں اترے' لیٹے اور فرمایا۔ اسے کھلا کرو۔ پھر دوسری بار اس لحد میں لیٹے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عمل کی بابت استفسار کیا تو جواباً فرمایا یہ میری ماں کی قبر ہے۔ آپ ﷺ کی دایا حلیمہ سعدیہ کی بیٹی حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی۔ محبت کے یہ عملی درس تھے۔ جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پیکران محبت و مودت بنا دیا اور پھر وہ جدھر نکلے دنیا ان کی محبت کی اسیر ہوتی چلی گئی۔

جان رحمت ﷺ نے محض مجموعہ قوانین یا ضابطہ اخلاق ہی پیش نہیں کیا بلکہ اپنی نگاہ کیمیا اثر اور فیضان تربیت سے ایک ایسا حسین و دلکش معاشرہ تشکیل دیا جسے بجا طور پر رحمۃ للعالمینی معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ پھر اس حسین معاشرے کا حسن تھا جو چاروں طرف پھیلتا گیا اور اسلام کا پیغام مشرق و مغرب کے نظریات پر غالب آ گیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک گفتگو میں فرمایا تھا ''حضور نبی کریم ﷺ نے ایسے

مذہب کی بنیاد رکھی جس نے دہلی سے غرناطہ تک زندگی کے ہر شعبہ میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا کر دیا۔ روحانی، علمی، سماجی، سیاسی اور اقتصادی پستیوں کو چشم زدن میں رفعت آشنا کر دیا۔ آج بھی حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی تعلیمات پکار پکار کر ہمیں اپنی طرف بلا رہی ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ شخصیت پرستی کے تمام بت چکنا چور کر دیئے جائیں اور جھوٹی عزت و شہرت کے تمام ایوان گرا کر معاشرے کو امن و اخوت اور محبت کی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ ہمارا یہ وطن پاکستان ہمیں ہمارے رب نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ایک انعام کی صورت میں عطا کیا تھا۔ اس کی قدر کریں۔ اپنی انفرادی زندگیاں اپنی گھروں میں اپنے دفتروں میں حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے ارشادات کے مطابق بسر کرنے کی کوشش کریں۔ آج کی دنیا میں تشدد اور جرم کی جو لہر اٹھی ہوئی ہے۔ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ حضور رحمت دو عالم ﷺ کے پیغام رحمت کو ایک ایک دل میں اتارا جائے۔ ہم اپنے اندر برداشت کا جذبہ پیدا کریں۔ دوسروں کی غلطیوں سے درگزر کر کے ان پر احسان کرنے کا انداز اختیار کریں۔ مجھے یقین ہے کہ اس سے ہماری فلاح وابستہ ہے اور اسی میں پاکستان کا استحکام مضمر ہے اور اسی پیغام رحمت کو اختیار کرنے میں پوری انسانیت کی نجات ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

پیکر اخلاق ﷺ

نوع انسانی کی ہدایت و راہنمائی کے لئے ابتدائے آفرینش ہی سے سلسلہ نبوت کا آغاز ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ان گنت نفوس قدسیہ تاج نبوت پہن کر آئے اور انہوں نے اپنا فرض منصبی (ہدایت انسانی) با احسن طریق ادا کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پونے چھ سو سال کا زمانہ فترت فیض نبوت سے محروم رہا جس کے نتیجے میں پورے کرۂ ارضی پر کفر و شرک، بدعت و ضلالت، بے حیائی و فحاشی اور ظلم و ستم کے مہیب بادل چھا گئے۔ مختلف قبائل میں معمولی باتوں پر جھگڑا ہوتا اور صدیوں تک کشت و خون کا بازار گرم رہتا۔ بچیوں کی پیدائش غیظ و غضب کو دعوت دیتی اور انہیں زندہ درگور کر دیا جاتا۔ غرضیکہ انسانیت دم توڑ چکی تھی اور شیطنت کا تسلط تھا۔

ایسے میں رحمت خداوندی جوش میں آئی اور سسکتی ہوئی انسانیت کو پیغام شفا دے گئی۔ رحمت پروردگار کے ماہ تاباں نے حضرت محمد ﷺ کی صورت میں فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو کر اپنی نورانی کرنوں سے کرۂ ارضی کے ذرہ ذرہ کو روشن کر دیا۔ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا دائرۂ رشد و ہدایت زمان و مکان کے لحاظ سے محدود تھا۔ راحت جاں ﷺ تمام کائنات انسانی کے لئے ہادی و راہنما بن کر تشریف لائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وما ارسلناک للناس بشیرا و منیرا "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام

انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا"۔
آپ ﷺ کی رسالت تمام مخلوق کو اپنے دامن رحمت میں لئے ہوئے ہے۔"ارشاد خداوندی ہے
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا" اور آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا۔"میں تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں" (الحدیث)۔آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی غائیت' عالمگیریت اور آفاقیت کے تقاضے کے عین مطابق آپ ﷺ کی سیرت طیبہ ایسی جامع اور مکمل سیرت ہے جس میں نوع انسانی کے لئے ہر میدان میں رہنمائی موجود ہے۔عقائد و عبادات' سیاسیات و معاملات' معاشیات و اقتصادیات غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے لئے سیرت رسول عربی مشعل راہ کا کام نہ دیتی ہو۔
جامعیت کے علاوہ دوسرا وصف جو اس سیرت پاک کا طرۂ امتیاز ہے وہ صاحب سیرت کے قول و عمل میں مطابقت ہے کیونکہ یہی مطابقت موجب یقین و اتباع ہے جبکہ اس کا فقدان شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے۔قرآن کریم نے محبوب کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کو تمام انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة "بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ موجود ہے" اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ انسانیت کے محسن اعظم قرار پاتے ہیں۔چنانچہ ایک غیر مسلم مفکر "ڈاکٹر ایڈورڈ مونٹے" اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔"دنیا نے اعمال کی فضاۂ ہستی میں آپ (حضور اکرم ﷺ) ہی ایک نادر وجود ہیں۔آپ (ﷺ) ہی کی ہستی ایسی مفصل و مشترح ہے جس کے حالات ہم تک صحیح اور بالتفصیل پہنچے۔انسانی اخلاق کی اصلاح آپ (ﷺ) نے فرمائی۔اجتماعیت کے اندر جو انقلاب آپ (ﷺ) کی تعلیم نے پیدا کیا' سوسائٹی کے تزکیہ و اعمال کی تطہیر کے لئے جو اسوۂ حسنہ آپ (ﷺ) نے پیش کیا وہ آپ (ﷺ) کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتا ہے" (بحوالہ معجزات اسلام ٦٧)۔
سیرت مطہرہ کا ایک زریں باب خلق محبوب کریم ﷺ جسے قرآن نے خلق عظیم کہا اور محبوب کریم ﷺ نے اس کو مقصد بعثت قرار دیا۔ارشاد فرماتے ہیں۔بعثت الاتمم حسن الاخلاق "میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں" (موطا امام مالک)۔آپ ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو آپ ﷺ کے حالات و تعلیمات کی تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا۔ انہوں نے واپس جا کر اپنے بھائی کو ان الفاظ میں اطلاع دی۔رایته یامر بمکارم الاخلاق "میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ لوگوں کو اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں" (صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ٣٤٩)۔
حبشہ کی طرف ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے جب مسلمانوں کو بلا کر اسلام کی نسبت تحقیق کی تو اس وقت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جو تقریر فرمائی اس میں زمانہ جاہلیت کی خرابیوں اور اخلاق حسنہ سے متعلق رحمت دوجہاں ﷺ کی تعلیم کو اس انداز میں بیان فرمایا:۔

''اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے بتوں کو پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' بدکاریاں کرتے تھے' ہمسائیوں کو ستاتے تھے' بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا' زبردست زیر دستوں کو کھا جاتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک شخص ہم میں سے پیدا ہوا اس نے ہمیں سکھایا کہ ہم پتھروں کی پوجا چھوڑ دیں' سچ بولیں' خونریزی سے باز آئیں' یتیموں کا مال نہ کھائیں' ہمسایوں کو آرام دیں' ضعیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں'' (مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۲۰۲)۔

محبوب کائنات ﷺ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق سے نہ صرف عالم انسانیت بلکہ تمام مخلوق الٰہی مستفید ہوتی رہی اور ہوتی رہے گی۔ ماننے والوں کی بات اور معتقدین کا قول تو محض خوش عقیدگی قرار دے کر ٹھکرایا جاسکتا ہے لیکن جب منکر بھی اقرار کیے بغیر نہ رہ سکیں تو الفضل اشهدن به الاعداء کے مطابق یہ عظمت اس قدر لاجواب ہوگی۔ ایک غیر مسلم مفکر مسٹر مارکس ڈاؤ آپ ﷺ کے اخلاق عظیمہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ ''محمد (ﷺ) آخری پیغمبر ہوئے ہیں۔ آپ (ﷺ) کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا۔ آپ (ﷺ) کے نزدیک دنیوی وجاہت کوئی چیز نہ تھی۔ آپ (ﷺ) جس طرح حسن تہذیب واخلاق سے اچھے کپڑے پہننے والوں کا خیر مقدم کرتے' کمتر سے کمتر شخص کی دعوت کو بھی رد نہ کرتے۔ ہم نہایت احترام سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کی ذات سرچشمۂ برکت تھی'' (کتاب وسنت غیروں کی نظر میں از مولانا عبدالحامد بدایونی)۔

جب آپ ﷺ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور لوگوں کو شیطان سے قطع تعلق کر کے خالق حقیقی سے رشتہ جوڑنے کا حکم دیا تو وہ پاگلوں کی طرح آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے اور مصائب کا کونسا پہاڑ تھا جو آپ ﷺ پر نہ توڑا گیا۔ لیکن یہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ ہی کا کرشمہ تھا کہ آج نہ صرف عرب بلکہ پوری کائنات ارضی پر پرچم اسلام لہراتا نظر آتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ نے ہی مخالفین کو آپ ﷺ کے قریب کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لوکنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك ''اگر آپ سخت تر اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے گرد سے بھاگ جاتے''۔ آپ ﷺ نے نہایت شفقت' پیار اور حسن سلوک سے بگڑے ہوئے انسانوں کو اپنے قریب کر کے پیغام خداوندی سنایا۔ کتب سیر ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ بعض اوقات کسی شخص کا رویہ آپ ﷺ کے بارے میں نازیبا ہوتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے یہ صورت حال ناقابل برداشت ہوتی لیکن جب آپ ﷺ کے حسن اخلاق کا اظہار ہوتا تو اس شخص کی زندگی میں انقلاب برپا ہو جاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر طالب مدد ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے کچھ عطا فرمایا اور پھر سوالیہ انداز میں اس سے پوچھا کہ میں نے تجھ سے اچھا سلوک کیا؟ اس نے کہا آپ ﷺ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غضبناک ہو کر اس کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے لیکن جان رحمت ﷺ نے انہیں اشارے سے منع فرمایا۔ پھر گھر

تشریف لے گئے اور اس اعرابی کو بھی گھر بلایا۔ بعد میں آپ ﷺ نے اسے کچھ اور عطا کیا جس پر وہ راضی ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے پاس آیا اور تو نے سوال کیا میں نے سوال کرنے پر کچھ دیا جس پر تو نے کہا جو کہا۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوئی۔ اگر تو مناسب سمجھے تو یہ کلمات جو ابھی میں نے تیرے سامنے کہے ان کے سامنے کہہ دینا تاکہ تیری طرف سے انکے دل صاف ہو جائیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''میری اور اس اعرابی کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کی اونٹنی بھاگ جائے اور تمام لوگ اس کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیں وہ اونٹنی دوسرے لوگوں سے مزید بھاگنا شروع کر دیتی ہے اس کا مالک لوگوں کو روکتا ہے اور پھر نہایت نرمی سے اونٹنی کو اپنے قریب بلا کر قابو کر لیتا ہے۔ اگر میں تمہیں اس شخص سے نہ روکتا تو تم اسے قتل کر دیتے اور جہنم میں داخل ہو جاتے'' (الوفاء باحوال المصطفیٰ صفحہ ۴۲۴)۔ چنانچہ یہ بات پورے وثوق اور دلائل وشواہد کی روشنی میں کہی جا سکتی ہے کہ اسلام، تلوار کے زور سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کے حسن اخلاق سے پھیلا اور اس متعصب کو غیر محصب مخالفین اسلام بھی تسلیم کرتے ہیں مسٹر موسیو ادجیس کلوفل لکھتا ہے ''محمد (ﷺ) نے تمام دنیا کو فتح کرنا اور اسلام کا بول بالا کرنا چاہا مگر غیر مذاہب والوں پر کسی قسم کا جبر وستم کرنا روا نہیں رکھا انہیں مذہب اور رائے کی پوری آزادی عطا کی اور ان کے تمدنی حقوق قائم رکھے'' (اسلام اور علماء فرنگ صفحہ ۹)۔

تاریخ عالم، خلق عظیم کی ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی جیسی آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر پیش کی۔ آپ ﷺ ایک فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ دس ہزار کا مسلح لشکر آپ ﷺ کے ساتھ ہے کفار بالکل بے بس اور دس ہزار تلواروں کے زغے میں ہیں۔ مکافات عمل کا فطری قانون انتقام کا تقاضا کرتا ہے لیکن آپ ﷺ سب کے لئے عام معافی کا اعلان کرتے ہیں۔ ابوسفیان جو اس وقت تک مخالفت اسلام میں پیش پیش رہے، نہ صرف معافی کا پروانہ حاصل کرتے ہیں بلکہ ان کا گھر جائے پناہ قرار دیا جاتا ہے۔

ایک غیر مسلم ولیم میور آپ ﷺ حسن سلوک کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔ ''محمد (ﷺ) اپنے حلقۂ اثر اور دائرہ حکومت میں ہر چند پورے اختیارات رکھتے تھے لیکن پھر بھی مفسدین سے مقابلہ کرتے ہوئے آپ (ﷺ) ہمیشہ رحم دلی کو پیش نظر رکھتے تھے۔ جب آپ (ﷺ) کے مطالبات خوشی سے تسلیم کر لئے جاتے تو آپ (ﷺ) دشمنوں سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے۔ ابنائے وطن نے جس طرح سرکشی کی وہ ایک ظالم حکمران کے لئے کافی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ ان سب کو تباہ و برباد کر دیتا لیکن محمد (ﷺ) نے سوائے چند مجرموں کے باقی سب کو معاف فرما دیا اور تمام گزشتہ مظالم پر خاک ڈال دی۔ آپ (ﷺ) کا تحمل اخلاق انسانی کے لئے حیرت انگیز کارنامہ ہے'' (قرآن وسنت غیروں کی نظر میں' از مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ)۔

اسٹینلی لین پول کہتا ہے ''محمد (ﷺ) کی شخصیت رحم وشجاعت دونوں کا مجموعہ ہے وہ اکیلے برسوں

تک اپنے ہم وطنوں کا مقابلہ کرتے رہے وہ اس قدر خلیق تھے کہ ہر ایک سے محبت کے ساتھ ملتے اگر کوئی شخص ہاتھ ملاتا تو دوسرے شخص کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ خود پہلے کبھی علیحدہ نہ کرتے وہ غیروں کے ساتھ شفقت کرتے ان کی بے ریا دوستی و ہمدردی' عظیم فیاضی' شجاعت اور بسالت بیشک مستحق تعریف ہے۔ لوگ ان پُرظلم وعیش پرستی کے الزامات عائد کرتے ہیں لیکن تحقیق کی بناء پر ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سب بے سرو پا ہیں بے شک محمد (ﷺ) کی شخصیت عظیم وجلیل تھی''۔

حضرت ابوعبداللہ جدلی رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے رحمت دو جہاں ﷺ کے گھر میں اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ اخلاق حسنہ کے مالک تھے' پھر فرمایا آپ ﷺ نہ بدخلق تھے اور نہ ہی بازاروں میں شوروغل مچانے والے تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ درگزر کرتے اور معاف فرمادیتے تھے۔

محبوب کائنات ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلجوئی فرماتے۔ چنانچہ خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے فرمایا' ہم جب دنیا کی باتیں کرتے تو جان رحمت ﷺ بھی ہمارے ساتھ دنیوی باتوں میں شریک ہوتے اور جب کھانے کی باتیں ہوتیں تو ان باتوں میں بھی ہمارے ساتھ شامل ہوتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب بھی کسی صحابی یا اہل خانہ میں سے کسی نے آپ ﷺ کو پکارا تو آپ ﷺ نے 'لبیک' یعنی میں حاضر ہوں' فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تعریف یوں فرمائی کہ آپ ﷺ بہت بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی بچے تھے جان رحمت ﷺ ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے 'اے بچو! السلام علیکم'۔ مسٹر مارکس ڈاڈ کہتا ہے۔ ''آپ متکبر انسانوں میں سے نہ تھے جو ملاقات سے دو انگلیاں اور چھڑی کا سر ہلا دیتے ہیں بلکہ وہ ہمہ تن متوجہ ہو جاتے تھے اور جب تک ہاتھ ملانے والا اپنا ہاتھ علیحدہ نہ کرتا' وہ مصافحہ سے ہاتھ جدا نہ کرتے۔ کوئی شک نہیں کہ محمد (ﷺ) بے حس خلیق اور نیک ریفامر (مصلح) تھے'' (کتاب وسنت غیروں کی نظر میں)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے اوپر موٹے کناروں والی چادر ڈال رکھی تھی۔ ایک دیہاتی آیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی گردن پر نشانات دیکھے۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا 'اے محمد (ﷺ)! آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اس میں سے کچھ دو۔ آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے اور اسے مال دینے کا حکم صادر فرمایا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے محارم کے سوا کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ آپ ﷺ کا بدلہ لینا محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی عورت کو نہیں پیٹا اور نہ ہی جہاد کے علاوہ کسی کو ہاتھ سے مارا۔

اخلاق محبوب کریم ﷺ اور میدان جنگ

اخلاق انسان کے اس طرز عمل کا نام ہے جو وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ روا رکھتا ہے اور جس کے اثر کے تحت اجتماعی زندگی کے دوران اس سے مختلف اعمال سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ انسان کا طرز عمل اس کے اخلاق کا پتہ دیتا ہے جو اس فلسفہ پر مبنی ہوتا ہے جس پر وہ اپنی زندگی کو استوار کرتا ہے۔ اس فلسفے کی بنیاد انسان کے اپنے ایمان و ایقان پر مبنی ہوا کرتی ہے جسے اس نے اپنے معبود کے متعلق اپنے قلب و ذہن پر ثبت کیا ہوتا ہے۔ فلسفہ زندگی اپنا مستقل مقام نہیں رکھتا' اس کا وجود ایسی مستقل بنیاد پر ہوتا ہے جو دلائل و براہین سے ماوراء ہو کر انسان اور خالق کائنات کے تعلق کو واضح کرتی ہے۔

جس انسان کا ایمان ہو کہ یہ کائنات از خود وجود میں نہیں آئی بلکہ اس کا ایک خالق ہے جس نے اس کی تخلیق کا مقصد بھی پیش نظر رکھا ہے۔ وہ اس کائنات کی وسعتوں' اس کی بلندیوں' اس کے عجائب اور ان کے اندر مضمر قوتوں کو ہر وقت نگاہوں کے سامنے رکھتا ہے۔ جوں جوں کائنات پر اس کا غور و فکر بڑھے گا اسی مناسبت سے اس کے قلب و ذہن پر خالق کائنات کی بزرگی اور قوت کا تصور گہرا ہوتا جائے گا۔ اس تصور کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا ہر قول و فعل خالق کائنات کے احکام کے تابع رہے گا۔

جو انسان خالق کائنات کے وجود کا منکر ہوگا یا خالق کائنات کے تصور کو شرک و شکوک کے نتیجے میں دھندلا رہے گا اس کے ذہن سے جزا و سزا اور عمل و احتساب کا خیال محو ہو جائے گا۔ ان حالات میں ہر عمل منتہائے مقصود بن جاتا ہے اور انسان ہر رکاوٹ' ہر خوف' ہر طرح کی پرسش اعمال کے خیال سے آزاد ہو کر اپنے شب و روز کو صرف خواہشات نفس کے تابع بناتا ہے اور یوں غیر ذمہ دارانہ رویہ کو حاصل زندگی کا مقام عطا کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اس کے فلسفہ زندگی کی تہہ ایمان و ایقان کی مضبوط بنیاد سے عاری ہوتی ہے۔

رحمت دو جہاں ﷺ نے جس نظام زندگی کی بنیاد ڈالی اس کی اساس وحدت خداوندی پر ہے۔ اس کے علاوہ اس نظام زندگی کا اہم نکتہ یہ ہے کہ نظام زندگی خود خالق کائنات کا عطا کردہ ہے۔ وحدت خداوندی اور حاکمیت الہ العالمین پر استوار کئے ہوئے نظام زندگی کو جان رحمت ﷺ نے اپنی پوری زندگی پر محیط کر کے ایک ایسی مثال قائم کی ہے جو قیامت تک کے لئے ہر موقع و محل پر کمال اخلاقیات کا مقام رکھتی ہے۔ اس بے مثل زندگی کے بہت سے پہلو ہیں۔ ہر پہلو اپنی جگہ پر مکمل مگر ساتھ ہی ساتھ دوسرے پہلوؤں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ ان ہی مختلف پہلوؤں میں سے اہم ترین پہلو جنگ یعنی میدان کارزار کی زندگی کا پہلو ہے۔ جنگ خاک و خون سے نبرد آزما ہونے کا نام ہے۔ اس کے دوران جذبات کی شدت پر قابو رکھنا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔ ان چند صفحات میں اس بات کا مطالعہ مقصود ہے کہ محبوب کبریاء ﷺ نے میدان جنگ اور اس سے متعلق امور کے دوران کس طرح کے اخلاق بطور نمونہ پیش کئے۔ بادی النظر میں یہ ایک عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے کہ جو ہستی سراپا رحمت ہے' جو محبت و شفقت کا پیکر ہے' جو رحم و کرم میں

کمال انسانی کی مثال ہے جو عفو و درگزر اور عطاء و بخشش میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور جس بزرگ و برتر انسان کو خالق جن و بشر نے رحمۃ للعالمین کے خطاب سے نوازا ہے' ان کے اخلاقیات کو اس پس منظر سے متعلق کیا جائے جو قتل و خون اور تباہی و بربادی کا مظہر ہو۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اخلاقیات کا یہی پہلو سب سے زیادہ توجہ طلب ہے' اس لئے کہ جنگ کے دوران انسانی تیور غضب اور غصے کی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں اور افراط و تفریط یا ناانصافی سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر خون کی ندیوں کی موجودگی میں رحم و کرم اور عفو و درگزر سے کام لینا ہی حقیقی معنوں میں اخلاقیات کی معجزہ نما مثال ہے۔ اہل عرب اور خاص طور پر ان کے شعراء اپنے باپ دادا کی شجاعت کی داستانیں انتہائی رنگ آمیزی سے پیش کیا کرتے تھے۔ ان کے اشعار میں داستان طرازی زیادہ ہوتی تھی اور حقیقی شجاعت کم تر اور وقتی۔ اہل عرب لوٹ مار قسم کے غزوہ کے عادی تھے۔ وہ پر استقلال لڑائی کے عادی نہ تھے اور اس لئے صف آرا لڑائی کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ بدر و احد کی لڑائیاں جس طور پر لڑی گئیں وہ اس خیال کی شاہد ہیں۔ علاوہ بریں میثاق مدینہ کی شق نمبر ۲۴ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ عرب کا ہر باشندہ دلیر نہ تھا مگر اللہ کی حاکمیت کو قبول کرنے والا ہر فرد صبر و استقلال کی وجہ سے بہادری کا مظہر بن گیا تھا۔ دور جدید میں مستشرقین سے استفادہ کرنے والے مسلمان مفکرین بھی اس گمراہی کا شکار ہو گئے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی کامیابیاں اور آپ ﷺ کے اخلاقیات کی بنیاد اہل عرب کی شجاعت' ان کی مہمان نوازی اور ان کے مضبوط کردار پر استوار ہوئی تھی۔ یہ خیال انتہائی گمراہ کن ہے۔ قرآن پاک تازہ واردان حلقۂ اسلام کا موت کے خوف سے گر گر پڑنے کا ذکر کرتا ہے۔ غزوہ تبوک تک ایسے افراد موجود تھے جو جنگ میں عدم شمولیت کے لئے بہانے بناتے رہے۔ اس لئے رحمت کائنات ﷺ کے سپاہیانہ خصائل' آپ ﷺ کی بے مثل جرأت اور آپ ﷺ کے صبر و استقلال کی اساس آپ ﷺ کے گرد و پیش پر نہیں تھی بلکہ خالق و مالک کائنات کی مشیت اور نہ نظر آنے والے ارادوں کا اسے نتیجہ تصور کرنا چاہئے۔

آپ ﷺ کے والد ماجد کا انتقال آپ ﷺ کے پیدا ہونے سے قبل ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ والدہ ماجدہ کی شفقت سے بھی نا آشنا رہے تھے۔ دادا کو بھی قدرت نے اتنی مہلت نہ دی کہ سیادت و قیادت کے طور طریقے سکھاتے۔ چچا تو کفالت کی ذمہ داریوں سے بھی بمشکل عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔ گویا آپ ﷺ حقیقی معنوں میں امی تھے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ شروع سے تنہائی پسند تھے اور جوانی کے ایام کا زیادہ حصہ غار حرا میں گزارا کرتے تھے۔ وہاں عرب کا ماحول یا عرب کی داستانوں کا اثر کیسے ہو سکتا تھا۔ وہاں تو تصور کائنات اور انہماک در خالق کائنات ہوا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کے اخلاق اس پوشیدہ امر ربی اور مشیت خالق کائنات کے ہاتھوں استوار ہوئے تھے جس نے لفظ کن کے بعد سے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پیش رفت اور تربیت ان خطوط پر کی تھی جن کی آخری کڑی' آخری دین' آخری وحی اور آخری رسول نبی ﷺ پر ختم کرنا قیامت تک نسل انسانی کے لئے مشعل راہ بنی ہوئی تھی۔

جنگ ایک فرد کی زندگی پر تو اثر انداز ہوتی ہی ہے' اجتماعی سطح پر معاشرتی دھاروں کو بدلنے اور نیا رخ دینے میں بھی جنگ انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہجرت نبی کریم ﷺ کے بعد سے مکہ والوں نے اعلان جنگ کے بعد مدینہ پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ یہ جنگ نو سال تک جاری رہی۔ اس جنگ کے دوران ریاست و مملکت مدینہ کے تمام تر وسائل ملت و مملکت اسلامیہ کے دفاع و تحفظ کے لئے استعمال کئے گئے۔ اس طویل جنگ کے سائے جان رحمت ﷺ کے پورے مدنی دور پر چھائے رہے۔ ظاہر ہے کہ ریاست مدینہ کے انتظامی' معاشی اور معاشرتی امور پر حالت جنگ کے اثرات پڑتے رہے ہوں گے خذوا ۔ حذرکم کا بھی نتیجہ مرتب ہو سکتا تھا یعنی زندگی کے ہر پہلو کی حفاظت اور ملت کے ہر فرد اور اس کی ہر شے کا تحفظ۔ یورپ کا عالم انسانی ملی جنگ کی اصطلاح سے انیسویں صدی عیسوی میں نپولین کی جنگوں کے ذریعہ سے روشناس ہوا مگر دنیائے اسلام کو رحمت دو جہاں ﷺ تیرہ صدیاں قبل ملی جنگ کے جزئیات سے آگاہ فرما چکے تھے۔ اس جنگ اور اس کے ہر غزوہ کے دوران ملت کے ہر فرد کی دولت اور اس کی ذات کو ہر ممکن طریقے سے استعمال میں لایا گیا۔ اس لئے اس جنگ کو بہ ہر معنی کلی جنگ کہا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے جنگ' فرد اور معاشرہ دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جنگ کے مطالبات زمانہ امن کے مطالبات سے قدرے مختلف ہوتے ہیں اور فرد و جماعت کو اپنی زندگی اور اس سے متعلق نظریات کو حالات جنگ اور مطالبات جنگ سے ہم آہنگ کرنا پڑتا ہے۔ ۹ سال کے طویل عرصے کی جنگ کا اثر یہ ہوا کہ جنگ کے سایہ تلے مرتب ہونے والے معاشرے کے افراد کے کردار و اخلاق کی تربیت ہادئ برحق ﷺ نے ایسے خطوط پر استوار کی تھی کہ وہ عین میدان کارزار میں شفقت و محبت اور رحم و کرم کے جذبات کا اظہار کر سکتے تھے اور زمانہ امن کے صلح کن ماحول میں عزم و استقلال اور انتہائی شدت سے کلمہ حق کی پاسداری اور تحفظ کرتے رہتے تھے۔ یہی مکمل کردار تھا جس کے اظہار نے رحمت دو جہاں ﷺ کے تربیت یافتگان اور ان سے صدیوں بعد آنے والے نام لیوا محبوب کریم ﷺ نے بھی جنگ ختم ہوتے ہی بدترین مفتوح دشمن کی عزت و آبرو' اس کے مال و متاع اور اس کے زن و مرد کو مکمل آزادی عطا کر دی اور جنگ کے دوران کی شدت جذبات کو نفرت کی جانب رخ نہ کرنے دیا۔

یہ سب کچھ اس لئے ہوتا رہا کہ جس محبوب ﷺ کی سیرت کے مطابق عمل کرنا اور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے تھے اس نے عمر بھر کے دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر سینے سے لگا لیا تھا اور ان کے لئے زمانہ مابعد جنگ کو حسین اور خوش رنگ بنا دیا تھا۔ جنگ کو فتح تو ہر سپہ سالار کر سکتا ہے مگر زمانہ مابعد جنگ کی فتح صرف اولین سپہ سالار افواج اسلامیہ کا خاصہ رہا ہے۔ جس نظام زندگی کو عملاً آپ ﷺ انسانیت کے سامنے پیش کر رہے تھے' اس کے فلسفے کی بنیاد وحدت و حاکمیت خداوندی پر استوار ہوئی تھی اور خالق کائنات کا حکم تھا کہ جب میری راہ میں سفر کر رہے ہو تو چاہے وہ دفاعی جنگ کا سفر ہی کیوں نہ ہو

زیادتی سے بچے رہنا۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ لا تعتدو کا حکم ہی تھا کہ جس کی روشنی میں آپ ﷺ نے عمر بھر کے دشمنوں کو لا یثریب علیکم الیوم کہہ کے بندۂ بے دام بنا لیا تھا۔ اسلام کی بنیاد ہی حاکیت خداوندی پر ہے۔ یہ ایسا اساسی نکتہ ہے کہ جان رحمت ﷺ نے اسے میثاق مدینہ میں بھی شامل کیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ریاست مدینہ کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی یہ اعلان کرادیا تھا کہ اس ریاست میں قانون خداوندی نافذ ہو گا تو یہ بہر معنے درست ہو گا۔ سن ایک ہجری میں محبوب کریم ﷺ کی جانب سے عطا کردہ میثاق مدینہ کی شق ۲۸ کہ یہ الفاظ ہیں کہ ''اگر اس دستاویز سے متعلق تمہارے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو معاملہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو پیش کیا جائے گا''۔

میثاق مدینہ میں یہ بات بھی مصدقہ طور پر تسلیم کر لی گئی تھی کہ حاکیت خداوندی کے اثر اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے اخلاق مضبوط ہو گئے تھے۔ اس اہم اور تاریخی دستاویز کی شق نمبر ۲۴ کے الفاظ ہیں کہ ''چونکہ مسلمان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے (جنگ کے دوران) دوسروں کی نسبت ان کا صبر و استقلال قوی تر ہوتا ہے اور انہیں اللہ کی جانب سے ہدایت عطا ہوتی ہے''۔

صبر و استقلال کو تو اللہ کی جانب سے عطا کردہ نعمت قرار دیتا ہے اور وہ ثمر ہے اللہ پر ایمان لانے اور اس پر نازل کردہ احکام کے مطابق زندگی کو ست عطا کرنے کا۔ آپ ﷺ نے یہ صبر و استقلال ہر میدان جنگ میں دکھایا اور دیکھا گیا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے فتوحات حاصل ہوئیں۔ احد اور حنین کے دو اہم میدانوں میں جب لڑائی کا رخ مسلمانوں کے خلاف تھا تو رحمت دو جہاں ﷺ کی بے مثل بہادری نے فوج کو دوبارہ یکجا کیا اور دونوں موقعوں پر حالات یکسر بدل گئے۔

یہ اخلاقیات محبوب کبریاء ﷺ کا وہ پہلو ہے جو فن جنگ کے ماہرین سمجھنے سے قاصر رہے ہیں کہ آپ نے کسی طرح کی جنگی تربیت' تجربہ یا مشاہدہ کے بغیر بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لئے جس طرز عمل کی ضرورت ہوتی ہے وہ کس طرح حاصل کیا تھا۔ اخلاقیات محبوب کریم ﷺ کا یہ پہلو وحدت خداوندی پر مکمل ایمان کا نتیجہ تھا۔ غار ثور کی تنہائیوں میں' بدر کے دوران پختہ کار کمانڈار کی سی مضبوط گرفت کے وقت' احد کے میدان میں دشمن کے قیامت خیز گھیراؤ کے باوجود' غزوہ احزاب میں خندق کھودنے سے لے کر عرب کے اجتماع عظیم کے منتشر ہونے تک' حدیبیہ کی تا حد شہادت' بیعت کے فیصلہ پر غور کرتے ہوئے' خیبر کے بارہ قلعوں کی تسخیر کے دوران' اور حنین کی تنگ وادی میں دشمن کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے بالمقابل اخلاق محبوب کریم ﷺ کے صبر و استقلال کی بنیاد خالق رب العالمین پر وہ محکم ایمان تھا جو تا قیامت عاشقان ختم الرسل ﷺ کے لئے مینارہ نور بن کر ہدایت کے سامان مہیا کرتا رہے گا۔

مکہ اور مدینہ کے درمیان اعلان جنگ کے بعد کئی چھوٹے چھوٹے معرکے بپا ہو چکے تھے مگر پہلا صف آراء معرکہ بدر کے مقام پر ہوا۔ اس روز قریش مکہ کا لشکر باجے گاجے اور جذبات ابھارنے والے رزمیہ

درجز یہ اشعار کی صداؤں کو بلند کرتے ہوئے مدینہ کے مٹھی بھر مجاہدوں پر حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ سراپا رحمت ﷺ نے حکم دے رکھا تھا کہ جب تک لڑائی کا باقاعدہ آغاز نہ ہو جائے بدر کے چشمہ سے دشمن کو پانی پینے سے نہ روکا جائے۔ کہاں خون کی ندیاں بہنے کا یقین اور کہاں دشمن کو اپنے قبضے میں لئے ہوئے چشمہ سے پانی پی کر تازہ دم ہونے کی اجازت۔ دشمن کے غصے کے مقابلے میں رحم و کرم کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، بھی اخلاقیات محبوب کریم ﷺ کا وہ پہلو ہے جسے خلق عظیم کا نام دیا گیا ہے۔

بدر کی لڑائی مابعد جنگ کی اخلاقیات کی مثال بھی پیش کرتی ہے۔ بدر میں قریش کے ستر قیدی لئے گئے تھے۔ ان کے ساتھ انتہائی ہمدردانہ سلوک کیا۔ جان رحمت ﷺ نے احترام آدمیت کا جو بلند مقام قائم کیا ہے وہی بقائے انسانیت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ ان جنگی قیدیوں کو جس آسانی سے اور جن آسان شرائط پر آزاد کیا گیا وہ دور جدید کے فکر سازوں اور کارپردازان حکومت کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتا ہے (مزید تفصیل ہماری کتاب ''رحمت دو جہاں ﷺ نے ہی انسان کو شرف بخشا'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔

جنگی قیدیوں کا سوال یہ خیال بھی ذہن کے پردے پر ابھارتا ہے کہ کیا وجہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ تو دشمن کے قیدی حاصل کر لیتے تھے مگر آپ ﷺ کی نو سالہ جنگ کے دوران آپ ﷺ کا ایک آدمی بھی جنگی قیدی نہ بنایا جا سکا۔ یہی نہیں بلکہ راقم الحروف کے مطالعہ میں ایسی ایک مثال بھی نہیں آئی کہ دور شیخین رضی اللہ عنہم میں دنیا کی دو بڑی مملکتیں بھی کسی مسلمان سپاہی کو میدان جنگ میں قیدی بنا سکی ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو حاکمیت خداوندی پر ایمان رکھتے ہوں وہ قرآن و سنت کے علاوہ کسی دوسرے قانون کو نہ تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کے تحت زندگی گزارنا قبول کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں شکست کھا کر غیر اللہ کے قانون کو قبول کرنا کفر کے مترادف ہے دور نبوی ﷺ اور دور خلافت راشدہ کی مسلمان افواج کا یہ عمل اخلاقیات نبوی ﷺ کے پرتو کے طفیل تھا۔

غزوہ احزاب کے دوران جب پورے عرب کے قبائل کا طوفان امڈ کر مدینہ اور اسلام کو ختم کرنے کے لئے آیا تھا۔ اس وقت آپ ﷺ کے فیصلہ کے مطابق نصف شہر کے گرد نو ہزار گز لمبی خندق کھودنی تھی۔ اس دفاعی تیاری کے دوران آپ ﷺ نے اپنی فوج کے ادنیٰ ترین سپاہی کے ساتھ مل کر جو مصائب برداشت کئے اور جس صبر و استقلال سے تقریباً ایک ماہ کے محاصرے کے دوران ہی کمانڈر انچیف کے فرائض انجام دیئے وہ محبوب کریم ﷺ کی صورت میں مساوات انسانی کا ایسا درس ہے جس پر وہی عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو حاکمیت رب العالمین اور نبوت مصطفوی ﷺ پر ایمان رکھتے ہوں۔

حدیبیہ میں قیام کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سفیر کے طور پر مکہ گئے تھے۔ انہیں واپسی میں غیر متوقع دیر لگ گئی۔ افواہ مشہور ہو گئی کہ مکہ والوں نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فوراً صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بیعت جہاد تا شہادت لی اور کالط نتیجے ہوتے ہوئے مکہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سفیر کا قتل ریاست و مملکت کی حاکمیت کے خلاف ایک للکار کے مترادف تھا۔ جو حاکمیت اللہ کی قائم کردہ حدود کی

مطابقت میں قائم کی گئی ہو اس کے سفیر کا قتل اللہ کی حاکمیت کو للکارنے کا مقام رکھتا ہے اور وہ اعلان جنگ سے بڑھ کر جنگ کا آغاز متصور ہوتا ہے۔اسی لئے خاتم النبیین ﷺ نے اس مسئلے میں وہ صحیح مثال قائم کی جو بعد کی مسلمان ریاستوں کے سربراہوں کے لئے نشانِ راہ بنی۔آپ ﷺ کے اس عزم کی تہہ میں وہ محکم ایمان باللہ تھا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔عین میدان جنگ میں اخلاقیات نبوی ﷺ کے اس فیصلے کو احترام ذات مومن کا مقام حاصل ہے۔جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ صحیح و سالم واپس لوٹ آئے اور مکہ والوں نے آپ ﷺ کے عزم محکم کو دیکھ کر دس سال کے لئے جنگ بندی پر رضامندی ظاہر کی تو آپ ﷺ نے یہ جنگ بندی اور وقتی صلح چند ایسی شرائط پر قبول فرمائی جو بادی النظر میں مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نظر آرہی تھیں، مگر اللہ کا حکم تھا کہ جب دشمن صلح کی جانب جھکے تو تم بھی اس جانب جھک جاؤ۔اللہ کے اس حکم کی موجودگی میں آپ ﷺ صلح کی پیشکش کو ٹھکرا نہ سکتے تھے۔مالک کائنات ﷻ کا یہ فیصلہ اتنا اہم ہے کہ خالق ارض و سمانے اسے فتح کے نام سے یاد فرمایا ہے اور وعدہ فرمایا تھا کہ اس فیصلے کے محرک بننے والے اصحاب خاتم الرسل جنہوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت جہاد تا حد شہادت کی تھی۔انہیں جلد ایک جنگی فتح سے نوازا جائے گا۔تاریخ شاہد ہے کہ اللہ کا یہ وعدہ جلد پورا ہوا۔صادق الوعد رسول آخرالزماں ﷺ نے اس وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے آنے والے غزوہ کے لئے سولہ ہزار کی جمعیت کے خلاف صرف ان چودہ سو اصحاب رضی اللہ عنہم کو ساتھ جانے کی اجازت دی جنہوں نے ببول کے درخت کے سائے میں ریاست مدینہ کی آزادی کی ضمانت اور حاکمیت خداوندی کی شہادت کے طور پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

جنگ آزما ہونے والے اور تباہی کا عزم لے کر حملہ کرنے والے دشمن کے خلاف عفو و درگزر سے کام لینے کے لئے جس بلند اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے وہ اولین سپہ سالار افواج اسلام ﷺ کے علاوہ تاریخ جنگ میں کہیں نظر نہیں آتا۔بنو قینقاع اور بنو نضیر میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جاسوسی، فتنہ و فساد، بغاوت اور درپردہ دشمن کی مدد کرنے کے مرتکب ہوئے تھے۔مگر آپ ﷺ نے انہیں بخش دیا اور ان کی تمام منقولہ دولت ان کو لے جانے کی اجازت دے دی۔اسی طرح سریۂ ذات الاملاح، غزوہ حنین و طائف، سریۂ قبلہ اور سریۂ طے کے قیدیوں کو معافی مانگنے پر بغیر فدیہ کے بخش دیا۔

تاریخ جنگ میں کئی سپہ سالاروں نے جنگیں جیتی ہیں اور دشمن پر حکومت کے ذریعہ نئے قوانین اور نیا نظام عاید کیا، مگر یہ تبدیلیاں ہمیشہ بجبر قبول کی گئیں۔حضور ﷺ واحد سپہ سالار ہیں جنہوں نے جنگ جیتنے کے بعد مابعد جنگ زمانے کو بھی کامیابی سے سر کیا۔آپ ﷺ نے پرانے معاشرتی نظام کو یکسر بدل دیا تھا اور ایک نیا سیاسی و اقتصادی نظام دے کر ایسے انقلاب کا آغاز کیا تھا جو آج صدیوں تک کم و بیش جاری ہے اور اس کی نشاۃ نو کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔اب تک ان چودہ صدیوں میں جہاں کہیں یہ نظام زندگی نافذ کیا گیا وہاں خوشحالی اور امن و سکون میں اضافہ ہوا اور ہر مقام پر اس کا خیر مقدم کیا گیا۔میدان جنگ

میں اخلاقیات محبوب کریم ﷺ کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی رہا ہے کہ آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والے آپ ﷺ کی سنت کو برقرار رکھتے ہوئے عفوودرگزر سے کام لیتے رہے ہیں۔ جب مسلمان دور فاروقی میں بیت المقدس میں داخل ہوئے تو کسی کا بال بیکا نہ ہوا۔ مگر جب عیسائی اسی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو شہری آبادی کے خون کی ندیاں بہائی گئیں، مگر چھیانوے سال بعد جب مسلمان دوسری بار اس شہر میں داخل ہوئے تو پھر بھی امن وامان اور عفوودرگزر کی ہی فراوانی نظر آئی۔

بیسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کو ایک بار پھر اس مقدس سرزمین سے نکال باہر کیا گیا ہے اس بار پھر مظالم کی انتہا نہ رہی جو اب بھی جاری ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہر مقام پر اور ہر دور میں جنگ کے نتیجے میں مظالم ڈھائے گئے مگر جب مسلمانوں نے جنگ فتح کی تو انہوں نے رحم وکرم کی بارش کر دی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمان سپہ سالاروں کے سامنے ہمیشہ سنت محبوب کریم ﷺ اولین رہی ہے اور دیگر ادیان کے فاتح کسی ایسی مثال کو سامنے رکھنے سے قاصر ہیں۔ میدان جنگ میں اخلاقیات نبوی ﷺ کا یہ کمال ہے کہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی آپ ﷺ کی سنت بنی نوع انسان کو رحم وکرم اور عفوودرگزر کا سبق دے رہی ہے اور اللہ کا دیا ہوا لقب رحمۃ للعالمین اتنا ہی زندہ و پائندہ ہے اور رہے گا جتنا کہ اور سارا کلام ربانی ہے۔

انسانی حقوق اور تعلیمات محبوب کریم ﷺ

محترم قارئین کرام! افراد کے اجتماع سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ اس اجتماع کی بنیاد انسانوں کی باہمی ضروریات اور مفادات ہیں۔ ایک دوسرے کی ضروریات پیدا کرنا اور ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانا معاشرے کے وجود، بقاء اور استحکام کے لئے نہایت ضروری ہیں اس کے بغیر معاشرہ پائیدار بنیادوں پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ضروریات اور فوائد کی بہم رسانی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے حقوق اور فرائض کی نشان دہی کو ناقص طور پر ہی سہی، ہر زمانے میں مصلحین کرتے چلے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہدایت کی شکل میں انسانیت کو حاصل ہوا۔ ساتھ ہی معلم کتاب وحکمت ﷺ نے اپنے قول وعمل سے اسی کتاب ہدایت کی عملی طور پر تشکیل کی اور یوں قرآن وسنت کی شکل میں نوع انسانی کے لئے زندگی کے تمام مسائل میں رہنمائی کا ابدی سامان فراہم ہوگیا۔ قرآن وسنت نے انسان کے شخصی خاندانی، قرابتی، معاشرتی، قومی اور بین الاقوامی فرائض کے تعین کی ساتھ ساتھ اس کے متنوع حقوق بھی متعین کر دیے ہیں تا کہ انسان بالعموم اور مسلمان بالخصوص حقوق آشنا ہونے کے ساتھ اپنے فرائض سے بھی آگاہ ہو جائیں۔

دور حاضر کا المیہ یہ ہے کہ ایک طرف مخالفین اسلام تعلیمات اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی اکثریت اسلامی تعلیمات کے حقیقی شعور سے نابلد ہے۔ رب العالمین کی بلا امتیاز عالم گیر ربوبیت رحمۃ للعالمین کی عالمگیر رحمت، ذکر للعالمین کی ہمہ گیر نصیحت اور مبارکا وھدی للعالمین

کی آفاقی برکت و ہدایت کا کچھ تصور رکھنے کے باوجود دوسروں کو چھوڑ اپنے لوگوں کے ساتھ تنگ نظری تعصب' نفرت بلکہ عداوت میں ہو چکے ہیں۔ وطن عزیز پاکستان میں تعصب برادری ازم' مذہبی جھگڑے اور سیاست' قتل و غارت وغیرہ اسی صورت حال کے شاخسانے ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی انسان کے ذمہ انسان کے حقوق کا تعین ان وسیع پیانے پر اشاعت اور سیرت نبوی ﷺ کے حوالے سے اہل پاکستان میں یک جہتی ہم آہنگی اور انسانی تعلقات میں ذمہ داری کا شعور پیدا کرنے کی ممکنہ کوشش مسلمانوں کا انفرادی اجتماعی اور قومی فریضہ ہے۔ ذیل میں ان کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ ہر انسان کو بھائی سمجھنا

ہندو معاشرے کی چار حصوں میں تقسیم بنی اسرائیل کی نسل پرستی اور اناجیل میں بنی اسرائیل کے سوا دوسری قوتوں کو کتوں سے تشبیہ دی گئی اس تناظر میں یہ بات اپنے اندر خوشگواریت کا پہلو رکھتی ہے کہ مذہبی تعلیمات کے حوالے سے اسلام واحد دین و مذہب ہے جس رنگ و نسل زبان اور جغرافیائی قومیتوں کے اعزازات مٹا کر دنیا کے تمام انسانوں کو عالمگیر ایمانی اخوت کے رشتے میں پرو دیا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں نوع انسانی کی اصل ایک ہے اور دنیا کے تمام انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کے ناطے بھائی ہیں۔ جس کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا آپس میں سلوک بھی برادرانہ ہونا چاہئے۔ ارشاد ربانی ہے یاالناس اتقو ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہاز وجھا وبث منھمار جالا کثیرا ''اے انسانو! اپنے رب کی نافرمانی سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اس کا جوڑا بنایا اور دونوں سے مردوں عورتوں کی کثیر تعداد پھیلا دی''۔

نسل انسانی کی اصل اول ذکر کرنے کے بعد اس کی تخلیق کا دوسرا مرحلہ یوں بیان کیا گیا۔ یاالناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلکم شعوبا وقبائل لتعاونو ''اے انسانو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو''۔ اسی قرآنی حقیقت کا اظہار حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر صحن حرم میں خصوصی خطاب فرماتے ہوئے فرمایا۔ ''اے گروہ قریش! بے شک تم سے اللہ نے قومیت کا تکبر اور آباؤ اجداد کو بڑا سمجھنے کا خیال مٹا دیا ہے۔ تمام لوگ آدم علیہ السلام سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں''۔ قرآن و سنت کے ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دنیا کے تمام انسانوں کو عالمگیر انسانی اخوت پر جمع کرنا چاہتا ہے۔

۲۔ تفاخر اور تکبر سے پرہیز

ہر انسان کو بھائی سمجھنے کے بعد اسلام نے اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا بھی کیا ہے کہ انسانی بھائی کو اپنے برابر سمجھے اور کسی بھی پہلو سے اسے حقیر اور کمتر قرار نہ دے۔ آج دنیا میں پائی جانے والی اونچ نیچ' لڑائی جھگڑے' قتل و غارت اور حکومتوں کے درمیان سرد و گرم جنگوں کی ایک بڑی وجہ افراد اور قوتوں کی سطح پر پائی جانے والی اخلاقی بیماری تکبر ہے۔ سلامتی کے دین نے اس کے ازالے کی تعلیم و تدبیر کا اہتمام کیا

ہے۔ارشاد فرمایا۔ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور "لوگوں کے سامنے غرور سے گال نہ پھیلا اور زمین پر اکڑ کر نہ چل بے شک اللہ کسی خود پسند مغرور کو پسند نہیں فرماتا"۔

آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کی ابلیسی توجیہ قرآن میں کئی جگہ بیان کی گئی ہے۔قرآن کا تکرار واقعے کی نزاکت و اہمیت کا ثبوت ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوال پر شیطان نے اپنے آپ کو آدم علیہ السلام سے بہتر قرار دیا۔اس جرم کی سزا قرآن ان الفاظ میں دیکھئے۔قال فاھبط منھا فما یکون لک ان تتکبر فیھا فاخرج انک من الصاغرین "اتر جا! یہاں بڑائی جتانا تجھے مناسب نہ تھا' نکل جا تو چھوٹوں میں سے ہے"۔اس آیت کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اولاد آدم علیہ السلام از روئے وراثت تکریم کا استحقاق رکھتی ہے۔اس لئے کسی بھی انسانی فرد کے مقابلے میں انا خیر منہ کا دعویٰ شیطانی ہو گیا قوموں اور قومیتوں کی بنیاد پر فخر و غرور چھوڑنے یا جہنم کا کوئلہ بننے میں سے کسی ایک کا انتخاب لوگوں کو کرنا ہوگا۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔"تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو جو مٹی سے پیدا کئے گئے۔لوگ جہنم کے کوئلوں اقوام پر فخر کرنا چھوڑیں گے یا اللہ کے نزدیک غلاظت کے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے گندگی دھکیلتا ہے"۔تکبر کو جہنمیوں کی خصوصیات میں شمار کرتے ہوئے فرمایا۔"کیا میں تمہیں جہنم والوں کے بارے میں نہ بتادوں۔ہر اکھڑ بدمزاج اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا"۔

۳۔ جان' مال اور عزت کا احترام

ہر انسان کے مال' عزت اور خاص طور پر جان کا احترام اسلام کی اہم ترین تعلیمات کا حصہ ہے۔کسی جان کو ناحق قتل کرنا اسلام کے نزدیک پوری انسانیت کا قتل ہے۔من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض نمکانما قتل الناس جمیعا "جس نے کسی جان کو جان کے بدلے اور زمین میں فساد کے علاوہ قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا"۔انسان جان کے احترام کا حکم بالکل ایک جیسے الفاظ میں دو مرتبہ دیا گیا ہے۔ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق "اس جان کو ناحق قتل نہ کرو جس کو اللہ نے احترام دیا ہے"۔

رحمان کے بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان کی گئی ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق "رحمان کے بندے ایسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کو اللہ نے احترام دیا ہے"۔

حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ کے میدان میں جمرات کے درمیان کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے خطاب فرمایا "جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانیں۔فرمایا حرمت والا دن۔جانتے ہو یہ شہر کون سا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ بولے اللہ اور اس کا رسول بہتر جانیں۔فرمایا حرمت والا شہر۔جانتے ہو یہ مہینہ کون سا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانیں۔فرمایا حرمت والا مہینہ۔پھر فرمایا بے شک اللہ نے تم پر تمہاری جانوں' مالوں اور عزتوں کا احترام اسی طرح

ضروری قرار دیا ہے جس طرح آج کے دن کا تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں''۔

۴۔ تبلیغ ودعوت اسلام

اسلام اور اس کی تعلیمات عالم انسانی کے لئے اللہ کی رحمت اور اس کے افراد کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا حقیقی ذریعہ ہیں۔انسانی خیر خواہی کا خلاصہ یہ ہے کہ اس رحمت اور نعمت عظمیٰ کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچایا جائے تاکہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوں اور دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکے۔حضور ﷺ کو فریضہ تبلیغ کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی۔یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ''اے محبوب رسول (ﷺ) اس چیز کو لوگوں تک اچھی طرح پہنچادیجئے جو آپ ﷺ کے رب کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل کی گئی''۔اس دعوت وتبلیغ کے کام میں حکمت وبصیرت اور بھلائی وخیر خواہی سے کام لینے کا حکم دیا گیا۔ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ ولمو عظمت الحسنتہ''اپنے رب کے بتائے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت سے بلایئے''۔دعوت وتبلیغ کے عظیم فریضے کو ادا کرنے میں خیر خواہی ایک ضروری عنصر ہے۔حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچاتے وقت فرماتے ہیں۔ابلغکم رسالات ربی وانصح لکم ''میں تمہیں اللہ کے پیغام پہنچاتا اور ہمیشہ تمہارا حقیقی خیر خواہ ہوں''۔

جان رحمت ﷺ نے اپنی اور دعوت حق کی جو مثال بیان فرمائی اس میں بھی خیر خواہی کا تاثر ابھر کر سامنے آتا ہے۔فرمایا ''اے لوگو! میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے رات کے وقت آگ جلائی۔آگ کو ڈھانپ لینے کے لئے پروانے اور جانوروں کی طرف بڑھنے لگے تو وہ ان کو آگ میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرنے لگا۔میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے بچانے کی کوشش کرتا اور جنت کی طرف بلاتا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرنے کے لئے مجھ پر غلبہ کئے دیتے ہو۔

۵۔ ان کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو

انسانی سرشت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مختلف مواقع پر خودغرضی، حق تلفی اور ظلم کا مرتکب ہوتا ہے۔اس وقت اسے احساس نہیں ہوتا کہ اس کی زیادتی کے متاثرین کے جذبات احساسات کیا ہیں؟ لیکن اس طرح کی زیادتی کا شکار جب خود ہوتا ہے تو بہت تکلیف محسوس کرتا ہے۔اسلام نے لوگوں کو یہی بات یاد دلائی ہے کہ جس طرح زیادتی تمہیں محسوس ہوتی ہے۔اسی طرح دوسرے لوگ بھی جذبات واحساسات رکھتے ہیں اور انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب لا خیہ مایعلم نفسہ ''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔اس حدیث کے لفظ 'بھائی' کی تشریح کرتے ہوئے سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بھائی کے لفظ سے مسلمان بھی مراد ہوسکتا ہے اور ایک عام انسان بھی۔ایک اور حدیث میں 'لاخیہ' کی جگہ للناس کا لفظ ہے جس کی عمومیت میں تمام انسان آجاتے ہیں۔فرمایا لا یومن احدکم حتی یحب للناس مایحب لنفسہ۔اس حدیث کا ماحصل بھی یہ ہے کہ نفع رسانی اور حقیقت پسندی پر

مبنی یہ روش انسانی برادری کے ہر فرد سے ہونی چاہئے۔ سید سلیمان ندوی ترمذی ابواب الذہد سے اسی موضوع کی ایک حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ الناس کا لفظ عام ہے جس میں تمام انسان داخل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک سارے انسانوں کی بھلائی کا جذبہ دل میں نہ ہو انسان پورا مسلمان نہیں بن سکتا۔

۶۔ عدل وانصاف

ذاتی مفاد، خویش واقرباء اور قومی وقومیتی تعصبات عدل وانصاف کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام رکاوٹوں کو پرے پھینک دینے اور عدل کی مضبوطی سے قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرد و جماعت کو عدم فراہم کرنا ہر انسانی معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلافت و نیابت سے سرفراز ہونے کی بناء پر مسلمان سب سے زیادہ اس بات کے پابند ہیں۔ ارشاد ربانی ہے فاذا حکمتم بین الناس ان تحکمو بالعدل ''لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت انصاف سے کام لو''۔ مسلمان کا مزاج ایسا ہونا چاہئے کہ اس کے منہ سے نکلنے والی ہر بات عدل پر مبنی ہو۔ واذا قلتم فاعملوا قلو کان ذا قربیٰ ''عدل کے نفاذ میں خواہش نفس کو بھی آڑے نہیں آنا چاہئے''۔ فلا تتبعوا اھوی اذتعدلوا ''انصاف کے معاملے میں خواہش کی پیروی نہ کرو''۔ بین الاقوامی سطح پر عدل سے کام لینے کا حکم ان الفاظ میں دیا گیا۔ ولا یجر منکم شنان قوم علی الاتعدلو اعدلو ھوا قرب لتقوی واتقوالله ''کسی قوم کی مخالفت تمہیں بے انصافی کے جرم پر آمادہ نہ کرے۔ انصاف سے کام لو وہ تقویٰ کے قریب تر ہے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرو''۔ نبی کریم ﷺ نے بلا امتیاز مذہب وملت ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اسلام کا دعوی رکھنے والوں کے مقابلے میں یہودیوں کے حق میں فیصلہ سنایا۔

۷۔ خوش خلقی

انسانی تعلقات خوشگوار بنانے کا اہم اور مؤثر ذریعہ لوگوں سے خوش اخلاقی ہے۔ اچھا اخلاق دشمن کو دوست بنانے کی تاثیر رکھتا ہے۔ اسلام نے خوش خلقی کا دائرہ پوری نوع انسانی تک محیط کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا وقولو للناس حسنا ''لوگوں سے اچھی گفتگو کرو''۔ خوش خلقی انسانی طبیعتوں میں کیا انقلاب برپا کرتی ہے قرآن سے سنیئے۔ ولا تستوی الحسنته ولا السیئت ادفع بالتی جی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم ومام یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذوخظ عظیم ''نیکی اور بدی برابر نہیں۔ بہتر رد عمل پیش کرو تو آپ کا دشمن ایسا ہو جائے گا جیسا گہرا دوست۔ یہ بات صبر والوں اور خوش قسمت لوگوں کو ملتی ہے''

محبوب کریم ﷺ نے بہتر انسانوں کا معیار بہتر اخلاق والے قرار دیا ہے فرمایا ان خیارکم احاسنکم اخلاقا ''تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق میں اچھے ہیں''۔ آپ ﷺ نے ایک صحابی

سے فرمایا۔ وخالق الناس بخلق حسن ''تم لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔ بیان کردہ حدیث میں الناس کا لفظ خوش اخلاقی کے سلسلے میں عموم وجامعیت کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

۸۔ رحم وشفقت

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اہم اسماء حسنیٰ میں الرحمٰن اور الرحیم ہیں۔ اسلام کے پیغمبر ﷺ کی خصوصی فضیلت آپ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں کی صفت قرآن نے رحماء بینھم بیان کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تمام انسانوں پر شفقت اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ رحمت دوجہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ ''جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرے گا''۔ رحمت وسعادت کا باہمی لزوم یوں بیان فرمایا لا تنزع الرحمتہ الامن شقی ''رحمت صرف بدبخت سے کھینچی جاتی ہے''۔ رحمت وشفقت کی اہمیت وتاکید نہایت مؤثر پیرائے میں یوں بیان فرمائی۔ الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء الرحم شجنتہ من الرحمن فمن وصلھا وصلہ اللہ ومن قطعھا قطعہ اللہ ''رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرمائے گا۔ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمان سے ملا ہوا ہے۔ اس کے ملانے والے کو اللہ ملائے گا اور کاٹنے والے کو اللہ کاٹ کر رکھ دے گا''۔

۹۔ نفع رسانی

انسانی معاشرے کی ترقی کا راز یہ ہے کہ اس میں کثرت سے ایسے لوگ ہوں جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے پاکیزہ جذبے سے سرشار ہوں اور اس سلسلے میں ایثار وقربانی سے بھی گریز نہ کریں۔ اس طرح نہ صرف دوسروں کو فائدہ ہوگا بلکہ ان کی اپنی ذات نشوونما اور قرار وبقا حاصل کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب اللہ الامثال ''لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا زمین میں قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح مثالیں بیان فرماتا ہے''۔ اس آیت کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ طویل عمر کی خواہش رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بن جائے۔ محبوب کریم ﷺ نے بھی انسانی نفع رسانی کا فائدہ یوں بتایا۔ مامن سلم غرس غرسا تاکل منہ انسان اوذاہت الا کان لربہ صدقتہ ''کوئی مسلمان درخت لگائے جس سے انسان اور چوپائے کھائیں تو یہ چیز اس کے لئے صدقہ بن جائے گی''۔ انسان کا مرتبہ تو بہت بلند ہے۔ آپ ﷺ نے چوپائیوں تک کو فائدہ پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ قالو یارسول اللہ و ان لنا فی البھائم اجر فقال فی کل ذات کبدر طبقہ اجر ''لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ (ﷺ) کیا چوپایوں کے بارے میں بھی ہمیں اجر ملے گا' فرمایا ہر تر جگر کے بارے میں اجر ہے''۔

۱۰۔ صدقہ وخیرات سے مدد

اسلامی تعلیمات کے مطابق بلا امتیاز دین ومذہب ہر ضرورت مند انسان کی صدقہ وخیرات کے ذریعے مدد کی جائے۔ارشاد ربانی ہے۔ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا ''وہ لوگ اللہ کی محبت میں مسکین' یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں''۔عہد رسالت میں مسلمانوں کے پاس بالعموم غیر مسلم قیدی ہوا کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم کو بھی کھانا کھلانے میں ثواب ہے۔قیدی عام ہے مسلم ہو یا کافر۔حدیث میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق محبوب کریم ﷺ نے حکم دیا کہ جس مسلمان کے پاس کوئی قیدی رہے' اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔مسلمان بھائی کا حق تو اس سے بھی زیادہ ہے''۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع وصحیح میں ایک عنوان اس طرح بنایا ہے۔فضل الصدقہ علیالاقربین و الزوج والاتلاد والوالدین ولو کانو مشرقین ''رشتہ داروں' میاں بیوی' اولاد اور والدین پر صدقہ کی فضیلت خواہ وہ مشرک ہوں''۔یہودی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے۔ قرآن میں یہودیوں کی اسلام دشمنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنو الیھود ''آپ یہودیوں کو ایمان والوں کا سخت ترین دشمن پائیں گے''۔اس کے باوجود مشہور محدث ومفسر نبوی ﷺ کے ان الفاظ پر غور کیجئے۔لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء وما تنفقو من خیر فلا نفسکم کے نزول کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمان یہودیوں کے رشتہ دار تھے اور اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی مالی مدد کیا کرتے تھے۔مسلمان ہوئے تو مدد سے ہاتھ کھینچ لیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔یہ نفلی صدقہ کے بارے میں ہے جسے اللہ نے اہل اسلام اور ذمیوں کی دینے کی اجازت دی ہے۔اسی آیت کے تحت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔جان رحمت ﷺ نے فرمایا ''اہل ادیان کو صدقہ دیا کرو''۔''اور اس میں عام حکم آ گیا کہ اللہ کی راہ میں جس کو مال دو گے تو اس کا ثواب دیا جائے گا مسلم غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں البتہ صدقہ میں یہ ضرور ہے کہ محض بوجہ اللہ ہو''۔

محترم قارئین کرام! سطور بالا میں جن حقوق انسانی کو بیان کیا گیا ہے۔ان میں اضافے کی بہت گنجائش ہے۔اسی طرح مواد بھی محدود رکھنا پڑا ہے۔ورنہ حقوق انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن وسنت نے رہنمائی فراہم نہ کی ہو۔اسلامی تعلیمات کا ماحصل یہ ہے کہ اسلوب رنگ ونسل زبان ووطن' مذہب ومسلک کی بنیاد پر انسانی تفریق کا قائل نہیں ہے۔وہ ان تمام غیر فطری اور مفسد امتیازات کو مٹا کر نوع انسانی کو ایک کرنا چاہتا ہے۔اسلام دنیا کو ایسی جنت ارضی بنانا چاہتا ہے جہاں اخوت' مساوات' خیر خواہی' ہمدردی' حسن سلوک' عدل وانصاف' تکریم انسانیت اور اخلاص کے پھول مہکتے ہوں (مزید تفصیل ہماری کتاب دیگر کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)۔

تو راز کن فکاں آپ اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انسان کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا
تیرے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی

عظمت محبوب کریم ﷺ

قارئین کرام! میری کہاں بساط ہے کہ مجھ جیسا ناقص انسان اللہ کریم کے محبوب ﷺ کی حمد وثنا بیان کرے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ قادر وکریم مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کرے جو اللہ کرم کے محبوب ﷺ کے ثنا خواں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے اگر ایک بڑھیا سوت کی اٹی لے کر آتی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت سوت کی ایک اٹی ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام کے خریداروں کی صف میں شامل کرے۔ میرا دل ودماغ اس قابل نہیں کہ میں خدا کے محبوب کی حمد وثنا کروں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کریم کے محبوب کی ثنا اللہ کریم کے بغیر ناممکن ہے۔ محبوب کی حمد وثنا خود اللہ تعالیٰ ہی بیان کرسکتا ہے۔ جب تک کسی چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کی تعریف بیان نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت محمد یہ ﷺ کا واقف در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھوں گا بلکہ اللہ کریم نے جو کچھ اپنے محبوب کی شان بیان فرمائی ہے میں بھی وہی کچھ بیان کروں گا۔ آپ ﷺ کا خالق ومالک جب اپنے عبد کو یہ شان بخش رہا ہے تو رحمت دو جہاں ﷺ کے خادموں کو محبوب کریم ﷺ کی شان بیان کرنی چاہئے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆☆☆

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتم
کاں ذات پاک مرتبہ داں محمد است

اللہ کریم فرماتا ہے۔ وما جعلنا القبلة التی کنت علیہا ۔ اس آیہ کریمہ کی دو تفسیریں ہیں۔ حافظ ابن اکجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبلہ سے مراد کیا ہے۔ بیت المقدس ہے۔ میں نے بیت المقدس کو اس لئے قبلہ بنایا تھا تا کہ ظاہر ہو۔ میرے رسول میرے محبوب کا تبع کون ہوتا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک لاکھ سے زائد پیغمبروں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت فرمائی۔ کتنی شان ہے اس قبلہ اول کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے کتنی مدت تک اس کو قبلہ بنائے رکھا تا کہ میں

لوگوں پر ظاہر کروں کہ میں نے اس کو کیوں قبلہ بنایا تھا کہ جان رحمت ﷺ کا متبع کون ہوتا ہے اور کون انحراف کرتا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ۔ مجھے قسم ہے تیرے رب کی۔ یہاں رب العرش نہیں فرمایا' رب کعبہ نہیں فرمایا بلکہ یہاں اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کی شان اس طرح ظاہر فرمائی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا اقسم بهذالبلد وانت حل بهذ البلد ۔ قسم سے پہلے 'لا' زائدہ ہے۔ ''میں قسم اٹھاتا ہوں شہر مکہ کی' ہر وقت نہیں بلکہ جب تو اس شہر میں ہوتا ہے تو قسم اٹھاتا ہوں'' اور جب تو اس شہر میں نہیں ہوتا تو قسم نہیں اٹھاتا۔ حالانکہ شہر مکہ میں کعبہ شریف بھی موجود ہے' حجر اسود بھی موجود ہے' بیر زمزم بھی موجود ہے' مقام ابراہیم (علیہ السلام) بھی موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ان تمام چیزوں سے ہٹ کر صرف اس وقت قسم اٹھاتا ہوں جب میرا محبوب ﷺ اس شہر میں موجود ہوتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کی کیا قدر فرمائی ہے اور کیا شان بیان فرمائی ہے۔

دوسری تفسیر اس کی یہ ہے کہ 'ل' قسمیہ زائدہ نہیں ہے استفہامیہ ہے یعنی میرے محبوب ﷺ تیری ذات اس شہر میں ہو میں اس کی قسم نہ اٹھاؤں؟ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تمام علمائے مجتہدین' فقہا امام شافعی' امام مالک' امام حنبل اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہم اس بات پر متفق ہیں کہ محبوب کریم ﷺ کی شان کعبہ اور عرش اعظم سے بھی زیادہ ہے۔ اب بتائیں کہ پھر ہم کیا شان بیان کریں گے۔

قارئین کرام! دنیا میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک محبت اور ایک عداوت یعنی دشمنی۔ ان دونوں چیزوں کے تقاضے الگ الگ ہیں اور ان کے اثرات الگ الگ ہیں۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کا ذکر ہوتا رہے اور محب سنتا رہے اس کا دل شاد ہو! دشمنی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے دشمن کی تعریف نہیں سن سکتا۔ کسی محفل میں کسی کے دشمن کی تعریف ہو رہی ہو تو وہ اگر طاقت رکھتا ہو تو تعریف کرنے والے کو محفل سے اٹھا دے گا ورنہ خود اٹھ جائے گا۔ آپ اندازہ لگائیں کہ کوئی شخص کتاب اس لئے خریدتا ہے کہ مجھے محبوب رب العالمین ﷺ میں نقص مل جائے (نعوذ باللہ) مثلاً علم میں کمی' شان میں کمی' وہ یہ نہیں جانتے تھے انہیں اس کا علم نہیں تھا وغیرہ۔

میرے مسلمان بھائیو! یہ بات بلند آواز کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دو کہ اللہ کریم کے محبوب ﷺ ہیں۔ جس کے طفیل اللہ قادر و کریم نے حسن قائم کیا مکان لامکاں پیدا کیا' جنت پیدا فرمائی اور اپنے محبوب ﷺ کے طفیل اپنی ربوبیت کو ظاہر فرمایا بلکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں عطا فرمائیں۔ جس طرح کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

خلقت مبرا من كل عيب

كانك قد خلقت كما تشاء

اس پاک ہستی کی ضدیں تلاش کرنا یہ ہے دشمنی کا تقاضا۔ آپ دیکھیں کہ اگر کسی کی محبت اپنے والد کے ساتھ ہے تو کوئی شخص اس کے سامنے اس کے والد کی تعریف کرتا ہے تو وہ خوش ہوگا اور کہے گا یار تو ٹھیک آدمی ہے اور اگر کوئی کسی کے دشمن کی تعریف کرتا ہے تو وہ ہرگز یہ نہ سن سکے گا۔ تو بس یہی فرق ہے' آپ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی محبت ہی عین ایمان ہے اور جان رحمت ﷺ کے ساتھ محبت نہ ہونا یہ عین کفر ہے۔ صحیح حدیث میں ہے "تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس شخص کے دل میں میری محبت باپ سے زیادہ نہ ہو' بیٹے سے زیادہ نہ ہو تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا"۔ اگر کوئی ہمیشہ حج کرتا رہے' ہر وقت سجدہ میں رہے' تمام مال و متاع لٹا دے یا جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جائے اگر وہ رحمت دو جہاں ﷺ کی محبت سے محروم ہے تو کافر ہے اس پر اجماع امت ہے کہ کوئی ہزار درجہ گناہگار ہو مگر اس کا سینہ مالک دو جہاں ﷺ کی محبت سے سرشار ہے تو وہ پکا مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا (سورۃ الزمر) اور اس سے پہلے فرماتا ہے قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطو من رحمۃ اللہ (سورۃ الزمر)۔ "اے محبوب (ﷺ) ان لوگوں کو فرما دیجئے کہ جن لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور گناہ کئے ہیں وہ اللہ کریم کی رحمت سے ناامید نہ ہوں"۔ جب تمہیں اللہ کریم کے محبوب ﷺ کی محبت نصیب ہے تو تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ محبت ہی سرمایہ حیات ہے' ہر دم اللہ کریم سے محبوب کریم ﷺ کی محبت مانگو۔

اب اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ کریم کے محبوب ﷺ کا نام آتا ہے تو تم انگلیوں کو چومتے کیوں ہو؟ اب آپ اندازہ لگائیں کہ وہ شخص محبت کی بناء پر کہہ رہا ہے یا دشمنی کی بناء پر کہ خدا کے رسول کے نام کی عزت نہ کرو۔ کوئی غیر مسلم ہو' یہودی ہو' عیسائی ہو دیکھے گا تو یہ کہے گا کہ یہ شخص اپنے رسول ﷺ کے نام کی عزت کر رہا ہے۔ ثابت ہوا کہ منع کرنے والا ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وتعزروہ وتوقروہ "تم میرے محبوب (ﷺ) کی عزت توقیر کرو جتنی کر سکتے ہو" (سورۃ الفتح ۹)۔ یہ کسی فصل کے ساتھ نہیں کہا گیا بلکہ مطلق ہے جو امر توقیر و تعظیم کا ہے تم بھی اسے بجالاؤ۔ اب بتائیں کہ انگلیوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانا تعظیم ہے یا نہیں۔ اگر تعظیم ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ کوئی شخص کہتا ہے یا رسول اللہ (ﷺ) نہ کہو۔ اگر پوچھا جائے کیوں؟ تو کہتے ہیں کہ دور سے پکارنا شرک ہے کیونکہ دور سے سننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ دور ہے یا نزدیک ہے؟ اللہ تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ شرک تو یہ ہونا چاہئے کہ کسی کو نزدیک سے نہ پکارا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی نزدیک ہے نزدیک سے سننا خاصہ خدا ہے لہذا نزدیک سے کسی کو نہ پکارو۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو کیا رتبہ بخشا ہے۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب کو اپنے اسمائے گرامی بخشے ہیں۔ رؤف' رحیم۔ اللہ کریم فرماتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رئوف الرحیم (سورۃ بقرہ) "بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول (ﷺ) جن

پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں"۔ دوسری جگہ فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شھیدا "قیامت کے دن میرا بڑی شان والا رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہوگا"۔

علیکم کا مخاطب کون ہے؟ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں ہیں' یا در کھیں اگر مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو نماز روزہ کے مخاطب بھی صرف وہی لوگ ہیں ہم نہ ہوں گے۔ علیکم کے مخاطب تمام امت محمد یہ ﷺ ہے۔ محبوب کریم ﷺ ہمارے نیک و بد اعمال کی گواہی دیں گے۔ عمل کیا ہوتے ہیں ایک عمل ہوتا ہے زبان کا ایک عمل ہوتا ہے دل کا۔ ایک شخص دل میں نیت کرتا ہے کہ میں فلاں شخص کو اتنی رقم دوں گا لیکن دینے سے پہلے مر جاتا ہے اس کو یقینا ثواب ملے گا۔ انما الاعمال بالنیات (حدیث شریف)۔ جان رحمت ﷺ یہ بھی گواہی دیں گے کہ میرے امتی کے دل میں نیک خیال پیدا ہوا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم "میرا بڑی شان والا نبی (ﷺ) تمام مسلمانوں کے دلوں سے ان کے ادراک سے ان کے ذہن سے قریب تر ہے"۔

اب سوچیں کہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں بھوک لگی ہے یہ ہمارے نفس کا ذاتی عمل ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم "تمام محسوسات سے نبی قریب تر ہے" تو معلوم ہوا کہ نبی کو معلوم ہے کہ میرے فلاں امتی کو بھوک لگی ہوئی ہے فلاں امتی کو فلاں تکلیف آنے والی ہے۔ گویا رحمت دو جہاں ﷺ شفاعت فرما رہے ہیں' کوئی اچھا کام کرتا ہے محبوب کریم ﷺ خوش ہوتے ہیں' کوئی برا ارادہ کرتے ہیں آپ ﷺ ان کے لئے مغفرت کی دعا فرماتے ہیں۔ ہماری آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے جان رحمت ﷺ پہلے شمار کر لیتے ہیں۔ یہ نبی' یہ پیغمبر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بخشا ہے کاش امتی کہلا کر ان کی قدر نہ جاننے والوں کو میں یہ دلیل پیش نہیں کر رہا بلکہ یہ دعا کر رہا ہوں کہ اللہ کریم ان کے مرض دور کر دے اور اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں اپنے رسول ﷺ کے متعلق جو کینہ اور عداوت ہے دور فرمائے۔ میں صرف اہل سنت کے لئے عرض کر رہا ہوں یہ اپنے عقیدے پر جم جائیں اوروں کے پیچھے نہ دوڑیں۔

ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اہلسنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے مزارات چومتے ہیں۔ رحمت دو جہاں ﷺ کے روضہ اقدس پر خیر آج کل نجدیوں کا تسلط ہے جب نہیں تھا تو لوگ روضہ اقدس کے سامنے جھک کر زمین کو چومتے تھے یہ شرک ہے یہ شرک کا فتویٰ ہم پر نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر ہے۔ محبوب کریم ﷺ فرماتے ہیں میرے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں۔ تم ان کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ حدیث پاک کی شرح ہر معتبر کتاب مسند ابن حاتم جلد ۴ ص ۲۱۵ پر روایت ہے۔ لکھتا ہے محبوب کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جان رحمت ﷺ کے مزار اقدس کے قدموں پر اپنے چہرے رکھتے تھے یہی روایت امام بلغ الدین عینی رحمتہ اللہ علیہ نے جلد ۴ ص ۲۲۲ پر نقل فرمائی ہے۔

اب بتایئے قبروں کو چومنا شرک ہے تو یہ فتویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر ہے۔ الصلوٰۃ والسلام

علیك یارسول الله کہنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا شعار تھا (ونهایه البدایه) میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کے لئے گئے تو یا محمدٗ یارسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کا شعار تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کا طواف کرر ہے ہیں اور یہ پڑھ رہے ہیں۔ الصلوة والسلام علیك یا حبیب الله ۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ آپ جس مسجد میں آتے تھے یارسول اللہ یا حبیب اللہ کہتے تھے۔ اب اگر الصلوة والسلام علیك یرسول الله کہنا شرک ہے تو یہ فتویٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہے۔

روح الصد والجسد روح ۔ جان رحمت ﷺ کا نور انور اور جسم اقدس یہ ایک ہی چیز ہے اور محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یقین ہے کہ ہر مسلمان کے گھر رحمت دوجہاں ﷺ کی روح مبارک موجود ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ گھر کو پاک رکھے اب بھی کہو حاضر ناظر نہیں ہیں۔ بلکہ اس چیز کو دیکھ لو۔ ہم کہتے ہیں الشهد ان لا الـه الا اللـه گواہی دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ زمین میں نہ آسانوں میں۔ سمندر کی گہرائیوں میں پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ آپ کیسے گواہی دیتے ہیں آپ نے سب آسمان دیکھے۔ آپ نے سمندر کی گہرائیوں کو دیکھا آپ کی وہاں تک نظر پہنچی۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں کو آپ ﷺ نے دیکھا۔ جنگلوں کے ذرات کو دیکھا۔ اگر نہیں دیکھا تو پھر آپ کیسے کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں یہ گواہی ہم اس لئے دیتے ہیں کہ ایک مقدس ہستی نے دیکھا ہے اس لئے ہم بھی کہتے ہیں۔ اشهد ان لا اله الا الله اور آپ بھی کہتے ہیں۔

وہ آیات جو یا تو مشرکین کے متعلق ہیں یا علم نجوم اور علم جفر کے متعلق۔ ان کو یہ چسپاں کرتے ہیں انبیاء علیہم السلام پر بلکہ فخر سید الانبیاء ﷺ غیب کی باتیں بتاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں کہ تم کچھ نہیں جانتے لوگ بھی عجیب عجیب ہوتے ہیں۔ ایک صاحب کہنے لگے اگر آپ ﷺ کو علم غیب ہوتا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی۔ حضور پچاس نمازیں بہت زیادہ ہیں ان کو گھٹائیں تو پانچ کم ہوئیں پھر عرض کی ۴۵ بہت زیادہ ہیں۔ گھٹائیں پھر پانچ کم ہوئیں۔ اس طرح مالک دوجہاں ﷺ نو مرتبہ گئے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھلا کرے انہوں نے بہت مہربانی کی تھی۔ وہ تو بالکل صفایا کرنے والے تھے۔ خیر وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کہتے یا اللہ بس پانچ کافی ہیں۔ بار بار آنے جانے کی زحمت گوارا نہ کرتے۔ لوگوں کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

فکان قاب قوسین او ادنی ۔ بلکہ یہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو وہ جانتے تھے کہ یہ وہ ہستی ہے جیسا چاہیں کروا سکتے ہیں۔ تو عرض کیا پانچ بھی بہت ہیں۔ کم کروائیں تو رحمت دوجہاں ﷺ نے فرمایا' اب مجھے شرم آتی ہے۔ پچاس سے پانچ ہوئیں انہیں کیا کم کرواؤں۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ جو کچھ چاہیں کروا سکتے ہیں۔ جان رحمت ﷺ کا آنا جانا موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے۔ میں نے تو صرف کوہ

آمد رحمت الٰہی

طور پر اللہ تعالیٰ کے دیدار کی گذارش کی تھی۔ یہ عرض کی تھی' التجا کی تھی جسے منظور نہیں فرمایا گیا کہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو۔ موسیٰ علیہ السلام! تم کیسے دیکھ سکتے ہو۔ اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو سمجھ لو کہ مجھے دیکھ سکتے ہو ورنہ نہیں دیکھ سکتے اور یہ وہ ہستی ہے جتنی دفعہ چاہیں' جس وقت چاہیں جا سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام معراج کا ذکر آ گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی مجھے اپنا آپ دکھاؤ۔ مجھے اپنی زیارت کراؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کبھی نہیں دیکھا جا سکتا۔

موسیٰ زہوش رفت بہ یک جلوہ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی معاف فرمائیں۔ تو عرض کروں گا۔ صرف اظہار واقعہ کی غرض سے عرض کروں گا کہ حقیقت سدرۃ المنتہیٰ کے مقام تک حضرت جبرائیل کو بھی حضور ﷺ کا مرتبہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کیا ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں آگے چلو۔ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں سر کے بال کے برابر بھی جاؤں گا تو خداوند کریم کی تجلی مجھے جلا کر راکھ کر دے گی۔ میں آگے نہیں جا سکتا۔ محبوب کبریاء ﷺ فرماتے ہیں اگر وہ یہ نہ کہتا اور میرے ساتھ چلتا تو میں اس کو قاب قوسین تک لے جاتا۔ کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام رب العالمین کا دیدار نہیں چاہتے تھے یقیناً چاہتے تھے۔ ان کا عین مدعا تھا۔ ان کی محبت کا تقاضا تھا مگر یہ مرتبہ اس وقت انہیں حاصل نہیں تھا کہ میں کس ہستی کے ساتھ جا رہا ہوں یہ کون ہستی ہے یہ وہ محبوب ہستی ہے جس کے طفیل تمام کائنات کو پیدا کیا گیا ہے۔

آپ یہ دیکھیں کہ ابوالبشر کون ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام یعنی تمام بشر کا باپ۔ انی خالق بشرا ''اللہ کریم فرماتا ہے اب میں بشر کو پیدا کرنے والا ہوں''۔ تو سب سے پہلا بشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ جو مسجود ملائکہ ہیں۔ جن کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تمام ملائکہ کو۔ سب ملائکہ نے گر کر سجدہ کیا۔ جب حضرت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے قندیلوں پر دیکھا' عرش اعظم پر لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (کنز الاعمال کی روایت)۔ لیکن محمد رسول اللہ کے کیا معنی ہیں تو یہ نہیں فرمایا گیا کہ وہ ایک پیغمبر ہوگا تیری اولاد میں سے ہوگا بلکہ یہ کلمات تھے۔ اے آدم (علیہ السلام) اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا تم تو محمد ﷺ کے طفیل ہو۔ یہ طفیلی ہستی تھی جس کو تمام ملائکہ گر کر سجدہ کر رہے ہیں اور جس کے طفیل آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ پیدا ہوئے۔ اس ہستی کی تعظیم و ادب شرک و بدعت ہے۔ سجدہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم میں کسی زمانے میں کسی حالت میں قائم رکھا ہے؟ نہیں رکھا اور سجدے سے زیادہ موحد کون ہو سکتا ہے۔ صرف ایک شخص کھڑا رہا اس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ کہا کہ یہ میری مثل مخلوق ہیں۔ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین (پارہ ۸ رکوع ۱) ''مجھے آگ سے پیدا کیا' انہیں مٹی سے پیدا کیا'' تو میں مخلوق کے سامنے سجدہ نہیں کر سکتا۔ تو خالق ہے حکم کر تجھے سجدہ کروں تو پھر آسمان کے ہر گوشے پر سجدہ کروں گا۔ قال فاخرج منها فانك رجيم و ان عليك اللعنتى الى

یوم الدین (پارہ ۱۴ رکوع ۳) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا نکل جاؤ تم پر میری لعنت ہے قیامت تک لعنت ہے''۔ تمہیں توبہ نصیب نہ ہوگی تمہیں توبہ کا خیال بھی نہیں آئے گا' تمہارے دل اور دماغ سے توبہ نکل گئی ہے' تم اسے اپنی مثل سمجھتے ہو۔

ما انت خلقت مابیدیہ ''جس کو میں نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا''۔ اس کو سجدہ نہیں کرتے۔ دست قدرت سے پیدا ہونے والا محمد رسول اللہ ﷺ کا طفیل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ لوگ علوم دینیہ سے آداب شریعت سے بہت کم واقف ہیں۔ جو ہر بات پر بدعت' ہر بات پر شرک' جو بات معلوم نہ ہو' حدیث معلوم نہ ہو وہ بدعت ہے۔ علم حد سے زیادہ محدود۔ تو ابو البشر طفیلی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کنت نبیا و آدم لمنجد من طین ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے''۔ ابھی جسم بھی نہیں بنا تھا۔ میں اس وقت بھی نبی تھا۔ تو اس ہستی کو کیسے بشر کہہ سکتے ہو۔ لباس بشری ہے۔ اگر زمین پر ملائکہ ہوتے تو وہ ہستی جس کا وعدہ عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا جارہا تھا تو رسول فرشتہ کی شکل میں آتا۔ چونکہ زمین پر انسان ہیں لہٰذا بشر کے لباس میں آیا۔ بشر ہیں' لیکن بشر نہیں باقی بشر کی طرح۔ جیسے یاقوت ایک پتھر ہے۔ رحمت دو جہاں ﷺ کی ذات کو اپنی مثل بشر کہنے والے اس اپنے استاد کے شاگرد ہیں۔ جس نے کہا تھا۔ قال لم اکن لا سجد بشر خلقۃ من صلصال من حماء مسنون (پارہ ۱۴ رکوع ۳)۔ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رحمت جاں ﷺ کا مرتبہ نور علیٰ نور سے اعلیٰ ہے اور ادراک سے بالاتر ہے۔ محبوب کریم ﷺ کے نعلین مقدس کی شان ایسی ہے جو انسان بیان نہیں کر سکتا۔ نعلین مبارک کا نقش یہ تمام کائنات اس کے طفیل ہے۔ جان کائنات ﷺ کے نعلین مبارک کے نقش کے طفیل ہی بھوکوں کو روٹی مل رہی ہے۔ پیاسے کو پانی مل رہا ہے۔ غم زدہ کو خوشی مل رہی ہے۔ یہ محبوب کریم ﷺ کے نعلین اقدس کا نقش ہے۔ جب محبوب کریم ﷺ کے نعلین کے نقش کی یہ شان ہے تو بتاؤ کہ راحت جاں ﷺ کی کیا شان ہے۔ کون سمجھ سکتا ہے اور یہ بھی عرض کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے معجزے سب پیغمبروں کو عطا فرمائے ہیں۔ جن پر ہمارا ایمان ہے۔ تمام کے تمام معجزے آپ جس پیغمبر کے دیکھیں وہ محدود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ عصا پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا۔ پتھر پر مارا تو پانی نکل آیا اور دریا کو پار کیا۔ من و سلویٰ ان کے طفیل اتر آیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ فرمانا یا کہتے کہ تم لوگ جو کچھ کھا کر آتے ہو یا گھر چھوڑ کر آئے بتادوں یا جذامیوں کے جسم پر ہاتھ پھیر کر تندرست کر دیتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ فولاد کو ہاتھ میں لے کر موم کر دیتے تھے۔ دریا کا بہاؤ رک جاتا تھا۔ لیکن یہ تمام معجزے محدود تھے۔ قوم نے جس جگہ معجزے کا مطالبہ کیا وہی پیش کیے وہ ایک ہستی محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ جان رحمت ﷺ نے فرمایا تم جو چاہو مجھ سے پوچھو۔ یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم مجھے پیغمبر نہیں مانتے تو آؤ دیکھو میں یہ کرتا ہوں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ تم جو چاہو اسئلونی ما شئتم۔ ایک نے کہا میری اونٹنی کہاں ہے۔ فرمایا فلاں جنگل میں' فلاں پہلو کے

درخت کے ساتھ اس کی مہار لگی ہوئی ہے۔ جاؤ لے کر آؤ۔ کسی نے مختلف پہاڑوں سے کنکریاں چن کر مٹھی میں لیں اور اوپر کپڑا لپیٹ کر کہتا ہے میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں کہوں یا جو چیز تیرے ہاتھ میں ہے وہ کہہ دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے کنکریوں کو انسان کامل کی عقل بخش دی اور وہ بول پڑیں۔ اس نے ہمیں فلاں فلاں پہاڑ سے چنا ہے اور کلمہ شہادت کا ذکر شروع کر دیا۔ حبیب یمنی نے کہا کہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ چنانچہ ہو گیا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ اسی وقت اس کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ میری ایک بچی اپاہج اور معذور ہے تندرست ہو جائے۔ چنانچہ وہ تندرست ہو گئی اور اپنے والد کے واپس پہنچنے سے پہلے ہی کلمہ شہادت پڑھنے لگی۔ کسی نے کہا کہ فلاں درخت یہاں آ جائے کہا جاؤ تم ہی ساتھ لے آؤ۔ تو یہ نہیں کر کہ ایسا اختیار خود کو تھا۔ بلکہ آپ اختیار دینے والے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام باذن اللہ مردہ زندہ کرنے والے تھے۔ لیکن مالک کائنات ﷺ نے عیسیٰ بنائے۔ روایت دیکھیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعوت پکائی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بھائی چھوٹے کو کہنے لگا۔ جس طرح میرے باپ نے بکری ذبح کی ہے آؤ میں تمہیں اسی طرح ذبح کروں۔ چنانچہ وہ لیٹ گیا اور بڑے نے ذبح کر ڈالا اور خود گھبراہٹ میں دوڑا اور چھت سے گر پڑا۔ گردن ٹوٹ گئی دونوں وفات پا گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو کاٹھڑی میں ڈال کر گھر والوں کو کہہ دیا کہ غم کے آثار پیدا نہ کرنا اور نہ ہی رونا۔ کہیں جان رحمت ﷺ کی طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب محبوب کریم ﷺ تشریف لائے تو کھانے سے پہلے محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ جابر رضی اللہ عنہ اپنے دونوں بچوں کو بلاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بہانہ کیا کہ حضور! بچے ہیں کہیں کھیلنے نکل گئے ہیں۔ لیکن جان رحمت ﷺ نے فرمایا۔ جابر رضی اللہ عنہ جاؤ ان سے کہو۔ محبوب کریم ﷺ بلا رہے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ محبوب کریم ﷺ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ عیسیٰ بنانے والے ہیں چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بچوں کی میت کے پاس جا کر کہا۔ بچو اٹھو تمہیں حضور ﷺ بلا رہے ہیں چنانچہ بچے زندہ ہو کر جان رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس محبوب خدا کو جس کے طفیل تمام دنیا کو پیدا فرمایا۔ جو باعث تکوین عالمین ہیں اس کی ذات پر کبھی کوئی اعتراض ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں رحمت دو جہاں ﷺ کو اللہ کریم نے تمام کلیات او جز کا احاطہ بخش دیا ہے۔

بزرگ عینی بخاری نے اس آیت کریمہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (پارہ ۲۹ ع ۱۲)۔ محبوب کریم ﷺ کی امت کے اولیاء بھی جانتے ہیں کہ جان رحمت ﷺ کے نام مقدس کی یہ شان ہے اگر وہ صحیح عقیدہ سے کسی مردہ پر پڑھے تو وہ زندہ ہو جائے گا۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

غرضیکہ مختار کل، نبی الکل محبوب کبریاء ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اللہ قادر و کریم ہمارے دلوں میں محبوب کریم ﷺ کی محبت پیدا کرے تمام کائنات کو قائم رکھے اور ہم مریں اسی محبت میں اور قبر سے اٹھیں

بھی اسی محبت میں اور حشر میں اسی محبت سے رہیں اور یہ نعمت عظمیٰ جو ہے اللہ کریم نصیب فرمائے (آمین)۔

خصائص محبوب کریم ﷺ

☆ سیدنا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (سورۃ الفتح ۲۹)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ مصطفیٰ ہیں (سورۃ آل عمران ۳۳)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ مجتبیٰ ہیں (سورۃ آل عمران ۱۷۹)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ مرتضیٰ ہیں (سورۃ الجن ۲۷)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ عبد کامل ہیں (سورۃ بنی اسرائیل)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ نبی امی ہیں (سورۃ الاعراف ۱۵۷)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ نور ہیں (سورۃ المائدہ ۱۵)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ برہان ہیں (سورۃ النساء ۱۷۴)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں (سورۃ الاحزاب ۴۰)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ شہید (گواہ) ہیں (سورۃ البقرہ ۱۴۳)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ کا اسم گرامی احمد بھی ہے (سورۃ الصف ۶)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ شاہد (حاضر وناظر) ہیں (سورۃ الاحزاب ۴۵، الفتح ۸، المزمل ۸)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ سراج منیر (چمکا دینے والے آفتاب) ہیں (سورۃ الاحزاب ۴۵)۔
☆ سیدنا محمد ﷺ داعی الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے) ہیں (سورۃ الاحزاب ۴۵)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ رؤف ورحیم اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائے (سورۃ التوبہ ۱۲۸)۔
☆ رسول معظم ﷺ کو یٰسین (اے سردار یا اے انسان کامل) کہہ کر خطاب فرمایا (سورۃ یٰسین ۱)۔
☆ جان کائنات سید عالم ﷺ کو طٰہٰ (اے پاکیزہ راہنما) کہہ کر بھی خطاب فرمایا (سورۃ طٰہٰ ۱)۔
☆ محبوب کریم ﷺ بشیر (خوشخبری دینے والے) ہیں (سورۃ البقرہ)۔
☆ محبوب کریم ﷺ نذیر (ڈرسنانے والے) ہیں (سورۃ البقرہ ۱۱۹)۔
☆ جان رحمت ﷺ کو یا ایھا المزمل (اے جھرمٹ مارنے والے) کہہ کر خطاب فرمایا (المزمل ۱)۔
☆ رحمت دو جہاں ﷺ کو یا ایھا المدثر (اے کمبل اوڑھنے والے) کہہ کر خطاب فرمایا (المدثر ۱)۔
☆ جان رحمت ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا (سورۃ الانبیاء ۱۰۷)۔
☆ محبوب کریم ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہیں (سورۃ الانعام ۱۶۳)۔
☆ نبی کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے (سورۃ الاحزاب ۲۱)۔
☆ مالک دو جہاں ﷺ کے اخلاق عظیم ہیں (سورۃ القلم ۴)۔
☆ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لئے آپ ﷺ پر ایمان لانا لازم ہے (سورۃ النساء ۱۳۶)۔

☆ اللہ کا محبوب بننے کے لئے آپ ﷺ کی اتباع ضروری ہے (سورۃ آل عمران ۳۱)۔

☆ اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کی رسالت پر گواہ ہے (سورۃ الفتح ۲۸، النساء ۷۹)۔

☆ اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے بھی آپ ﷺ کے گواہ ہیں (سورۃ النساء ۱۶۶)۔

☆ رحمت کائنات ﷺ باذن الٰہی شریعت کے مالک ہیں (سورۃ الحشر ۷)۔

☆ آپ ﷺ مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہیں (سورۃ آل عمران ۱۶۴)۔

☆ آپ ﷺ سچے دین اور ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے (سورۃ الفتح ۲۸)۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت آپ ﷺ کے وسیلے سے عطا فرماتا ہے (سورۃ الاخلاص ۱)۔

☆ آپ ﷺ کی بعثت کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی (سورۃ البقرہ ۱۲۹)۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی (سورۃ الصف ۶)۔

☆ آپ ﷺ کے میلاد پر اللہ تعالیٰ نے خوشی منانے کا حکم دیا (سورۃ یونس ۵۸)۔

☆ حاکم کائنات ﷺ شریعت کے احکام کے شارح ہیں (سورۃ النحل ۴۴)۔

☆ پاک چیزیں حلال اور گندی چیزیں حرام فرماتے ہیں (سورۃ الاعراف ۱۵۷)۔

☆ بوجھ اور گلے کے پھندے سے نجات دلاتے ہیں (سورۃ الاعراف ۱۵۷)۔

☆ آپ ﷺ اندھیرے سے اجالے کی طرف لے جاتے ہیں (سورۃ ابراہیم ۱)۔

☆ آپ ﷺ لوگوں کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہیں (سورۃ الشوریٰ ۵۲)۔

☆ معلم کائنات ﷺ لوگوں کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں (سورۃ البقرہ ۱۵۱)۔

☆ آپ ﷺ لوگوں کو پاک کرتے ہیں (سورۃ البقرہ ۱۵۱، آل عمران ۱۶۴، الجمعہ ۲)۔

☆ آپ ﷺ کو حلال وحرام کا اختیار دیا گیا (سورۃ الاعراف ۱۵۷)۔

☆ جان رحمت ﷺ کے فیصلے کے بعد کسی کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا (سورۃ الاحزاب ۳۶)۔

☆ محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں کچھ عرض کرنے سے قبل صدقہ ضروری تھا (سورۃ المجادلہ ۱۲)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نرم دل ومہربان بنایا ہے (سورۃ آل عمران ۱۵۹)۔

☆ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مشقت اٹھانے سے منع فرمادیا (طٰہٰ ۲)۔

☆ آپ ﷺ پر اتارا گیا قرآن بے مثل ہے (سورۃ البقرہ ۲۳)۔

☆ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی بے مثل ہیں (سورۃ الاحزاب ۳۲)۔

☆ آپ ﷺ کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں (سورۃ الاحزاب ۶)۔

☆ آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی پاکی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی (سورۃ النور ۱۱)۔

☆ نزول قرآن سے قبل بھی مالک کائنات ﷺ کی زوجہ مطہرہ کے متعلق بدگمانی حرام ہے (النور ۱۶)۔

☆ محبوب کائنات ﷺ کے آباء واجداد مومن ہیں (سورۃ الشعراء ۲۱۹)۔

☆ محبوب کریم ﷺ کے اہل بیت اطہار پاک ہیں (سورۃ الاحزاب ۳۳)۔
☆ رحمت دو عالم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ راضی ہے (سورۃ التوبہ ۱۰۰)۔
☆ محشر میں آپ ﷺ کو اور مومنوں کو رسوا نہ کیا جائے گا (سورۃ التحریم ۸)۔
☆ حبیب کبریا ﷺ کو کفار کے جھٹلانے سے جو صدمہ ہوا اسے دور فرمایا گیا (سورۃ الانعام ۳۳)۔
☆ کفار کے طعنوں کے جواب میں آپ ﷺ کی دلجوئی فرمائی گئی (سورۃ الکہف ۲، الشعراء ۳، الحجر ۹۷، الذریٰت ۵۴)
☆ رحمت عالم ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کے مقابلے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے (سورۃ الحجر ۹۵)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے روشن فتح فرمادی (سورۃ الفتح ۱)۔
☆ آپ ﷺ کی بعثت اس لئے ہے کہ دین حق سب ادیان پر غالب ہو (سورۃ الفتح ۲۸)
☆ اہل کتاب آپ ﷺ کے رسول ہونے کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے (سورۃ الانعام ۶۰)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملے میں آپ ﷺ کی امت پر کوئی تنگی نہیں رکھی (سورۃ الحج ۷۸، المائدہ ۲، البقرہ ۱۸۵)۔
☆ آپ ﷺ کی امت کو تمام انبیاء کرام علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعزاز ملا (سورۃ البقرہ ۲۸۵)۔
☆ آپ ﷺ کی امت سابقہ امتوں پر گواہ ہوگی اور جان رحمت ﷺ ان پر گواہ ہوں گے (سورۃ البقرہ ۱۴۳)
☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کے لئے دین کامل اور نعمت کو پورا فرما دیا (سورۃ المائدہ ۳)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے (سورۃ النجم ۳)۔
☆ شاہ خوباں ﷺ تمام گناہوں اور خطاؤں سے معصوم ہیں (سورۃ النجم ۳)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اسم گرامی کا اپنے نام کے ساتھ ذکر فرمایا اور آپ ﷺ کی اطاعت فرض کی (سورۃ النساء ۵۹، محمد ۳۳)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی دلجوئی کی خاطر قسمیں اٹھائیں (سورۃ یٰسین، ن، ق، والنجم، والضحیٰ)۔
☆ شاہ خوباں ﷺ اللہ کی نگہداشت میں ہیں (سورۃ الطور ۴۳)۔
☆ آپ ﷺ کی ظاہری بھول سے پہلے ہی آپ ﷺ کو معافی کا مژدہ سنا دیا (سورۃ التوبہ ۴۳)۔
☆ آپ ﷺ کا وجود کافروں کے لئے بھی دافع بلا ہے (سورۃ الانفال ۳۳)۔
☆ آپ ﷺ کے وسیلے سے اہل کتاب فتح حاصل کرتے تھے (سورۃ البقرہ ۸۹)۔
☆ مغفرت کے لئے جان رحمت ﷺ کا وسیلہ ضروری ہے (سورۃ النساء ۶۴)۔
☆ محبوب کریم ﷺ کے چاہنے سے مغفرت ملتی ہے (سورۃ النساء ۶۴)۔

☆ جان رحمت ﷺ کے سبب آپ ﷺ کے اگلے پچھلے غلاموں کی مغفرت ہوتی ہے (سورۃ محمد ۱۹، فتح ۲)۔
☆ اللہ تعالیٰ اور محبوب کریم ﷺ مومنوں کے مددگار ہیں (سورۃ المائدہ ۵۵)۔
☆ آپ ﷺ کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی (سورۃ المائدہ ۶۷)۔
☆ آپ ﷺ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے (سورۃ النساء ۱۱۳)۔
☆ جان رحمت ﷺ کو علوم غیبیہ سکھا دیے گئے (سورۃ آل عمران ۱۷۹، ہود ۴۹، یوسف ۱۰۲، الجن ۲۷)۔
☆ محبوب کریم ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں (سورۃ التکویر ۲۴)۔
☆ معلم کائنات ﷺ کسی کے شاگرد نہیں ہیں (سورۃ الاعراف ۱۵۸)۔
☆ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پڑھایا، آپ ﷺ بھولتے نہیں (سورۃ الاعلیٰ ۶)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن سکھایا (سورۃ الرحمٰن ۲)۔
☆ اور اس قرآن پاک میں ہر شے کا بیان ہے (سورۃ النحل ۸۹)۔
☆ آپ ﷺ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائی گئیں (سورۃ الکوثر ۱)۔
☆ آپ ﷺ کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے (سورۃ القلم ۳)۔
☆ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے (سورۃ النساء ۱۱۳)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سینۂ اقدس کشادہ فرمایا (سورۃ الم نشرح ۱)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غنی فرما دیا (سورۃ الضحیٰ ۸)۔
☆ آپ ﷺ کو مومنوں کے لئے رؤف و رحیم بنا دیا (سورۃ التوبہ ۱۲۸)۔
☆ مومنوں کے مشقت میں پڑنے کی محبوب کریم ﷺ کو خبر ہوتی ہے (سورۃ التوبہ ۱۲۸)۔
☆ نور مجسم رحمت عالم ﷺ تمام امت کے نگہبان و گواہ ہیں (سورۃ البقرہ ۱۴۳، الحج ۷۸)۔
☆ حضور ﷺ مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں (سورۃ الاحزاب ۶)۔
☆ حضور ﷺ مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں (سورۃ الاحزاب ۶)۔
☆ حبیب کبریاء ﷺ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہیں اور ذکر الٰہی سے سکون ملتا ہے (سورۃ اطلاق ۱۰، الرعد ۲۸)۔
☆ آپ ﷺ کو اللہ کریم نے معراج کرائی (سورۃ بنی اسرائیل ۱)۔
☆ معراج میں جو چاہا آپ ﷺ کو وحی فرمائی (سورۃ النجم ۱۰)۔
☆ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا (سورۃ النجم ۱۷)۔
☆ اور آپ ﷺ نے اپنے رب کی بہت نشانیاں دیکھیں (سورۃ النجم ۱۸)۔
☆ آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا (سورۃ القمر ۱)۔
☆ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کیا جائے گا (سورۃ بنی اسرائیل ۷۹)۔

☆ آپ ﷺ کے لئے ہر اگلا لمحہ پہلے سے بہتر ہے (سورۃ الضحیٰ ۴)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ کے آداب سکھائے (سورۃ الاحزاب ۳۳، الحجرات ۵۔۱)۔
☆ آپ ﷺ کی دعوت قبول کرنے سے زندگی ملتی ہے (سورۃ الانفال ۲۴)۔
☆ بارگاہ رسالت میں آواز بلند کرنا بے ادبی ہے (الحجرات ۲)۔
☆ حاکم کائنات ﷺ کو عام لوگوں کی طرح پکارنا گستاخی ہے (النور ۶۳)۔
☆ آپ ﷺ کے بلانے پر فوراً حاضر ہونا ضروری ہے (الانفال ۲۴)۔
☆ شاہ خوباں ﷺ کی بارگاہ سے رخصت ہونے کیلئے اجازت ضروری ہے (النور ۶۲)۔
☆ حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر واجب ہے (الفتح ۹)۔
☆ حضور ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کفر ہے (توبہ ۷۴)۔
☆ حضور ﷺ کو اپنی مثل بشر کہنا کافروں کا طریقہ ہے (الانبیاء ۳)۔
☆ گستاخی کا کلمہ بغیر توہین کی نیت کے بھی کفر ہے (البقرہ ۱۰۴)۔
☆ جان رحمت ﷺ کا ادب کرنے والوں کو دلوں کا تقویٰ اور مغفرت نصیب ہوتی ہے (سورۃ الحجرات ۳)۔
☆ محبوب کبریاء ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی سے بھی تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں (الحجرات ۲)۔
☆ حاکم کائنات ﷺ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرنا کفر ہے (النساء ۱۱۵)۔
☆ مالک کائنات ﷺ کی مخالفت کرنے والا دوزخی ہے (النساء ۱۱۵)۔
☆ رحمت دو عالم ﷺ کی تعظیم وتوقیر تمام عبادات پر مقدم ہے (الفتح ۹)۔
☆ بارگاہ رسالت کا گستاخ ہدایت سے محروم رہتا ہے (الفرقان ۹)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے گستاخ کے دس عیب بیان فرمائے (القلم ۱۶)۔
☆ آپ ﷺ کی بارگاہ کا گستاخ ولدالحرام ہوتا ہے (القلم ۱۳)۔
☆ گستاخ کا منہ خنزیر کی مثل ہو جاتا ہے (القلم ۱۶)۔
☆ آپ ﷺ کے گستاخ کی مذمت کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے (القلم ۸، اللھب ۱)۔
☆ آپ ﷺ کے گستاخ کی مغفرت نہیں ہو سکتی (المنافقون ۶)۔
☆ ایمان والے گستاخ رسول ﷺ سے دوستی نہیں کر سکتے (المجادلہ ۲۲)۔
☆ گستاخ رسول ﷺ دنیا وآخرت میں مردود وملعون ہو جاتا ہے (اللھب ۱)۔
☆ حضور ﷺ سے منہ موڑنا منافقوں کی علامت ہے (النساء ۶۱)۔
☆ منافقوں کا اقرار رسالت کرنا بیکار ہے (المنافقون ۱)۔

آمد رحمت الٰہی

☆ اللہ تعالیٰ محبوب کبریاء ﷺ کی رضا چاہتا ہے (الضحیٰ ۵)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رضا کے لئے آپ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا (الم نشرح ۳)۔
☆ اپ ﷺ کی خوشی کے لئے قبلہ تبدیل فرمایا (البقرہ ۱۴۴)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت پر قسم ارشاد فرمائی (یٰسین ۲)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی جان کی قسم ارشاد فرمائی (الحجر ۷۲)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی گفتگو کی قسم ارشاد فرمائی (الزخرف ۸۸)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے شہر کی قسم ارشاد فرمائی (البلد ۱)۔
☆ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے زمانے کی قسم ارشاد فرمائی (العصر ۱)۔
☆ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس اور زلف عنبریں کی قسم ارشاد فرمائی (الضحیٰ ۱)۔
☆ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور ﷺ تقسیم فرماتے ہیں (التوبہ ۵۹)۔
☆ آپ ﷺ کو مال غنیمت تقسیم فرمانے کا اختیار ہے (الحشر ۷)۔
☆ مال غنیمت میں اللہ تعالیٰ کا حصہ حضور ﷺ ہی کا حصہ ہے (التوبہ ۴۱)۔
☆ حضور ﷺ کا غنی کرنا رب تعالیٰ ہی کا غنی فرمانا ہے (التوبہ ۷۴)۔
☆ حضور ﷺ کا بلانا اللہ تعالیٰ ہی کا بلانا ہے (الانفال ۲۴)۔
☆ حضور ﷺ کی بیعت اللہ تعالیٰ ہی کی بیعت ہے (الفتح ۱۰)۔
☆ حضور ﷺ کا کلام فرمانا اللہ تعالیٰ ہی کا کلام فرمانا ہے (النجم ۳)۔
☆ آپ ﷺ کا حرام کیا ہوا اللہ ہی کا حرام کیا ہوا ہے (التوبہ ۲۹)۔
☆ جان رحمت ﷺ کی غلامی اللہ تعالیٰ ہی کی غلامی ہے (النساء ۸۰)۔
☆ محبوب کبریاء ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی ہے (الاحزاب ۳۲)۔
☆ رحمت دو جہاں ﷺ کی رضامندی اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی ہے (التوبہ ۶۲)۔
☆ حضور ﷺ سے سبقت کرنا اللہ تعالیٰ ہی سے سبقت کرنا ہے (الحجرات ۱)۔
☆ آپ ﷺ کا خاک پھینکنا اللہ تعالیٰ ہی کا خاک پھینکنا ہے (الانفال ۱۷)۔
☆ حضور ﷺ کا مذاق اڑانا اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑانا ہے (التوبہ ۶۵)۔
☆ حضور ﷺ کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے (الاحزاب ۵۷)۔
☆ حضور ﷺ سے جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ سے جھوٹ بولنا ہے (التوبہ ۹۱)۔
☆ اللہ تعالیٰ سے محبوب کریم ﷺ کو جدا کرنا کفر ہے (النساء ۱۵۰)۔
☆ تمام مسلمان رحمت دو جہاں ﷺ کے بندے اور غلام ہیں (الزمر ۵۳)۔
☆ آپ ﷺ کسی نمازی کو بلائیں تو اسے حالت نماز میں آنا لازم ہے اور اس کی نماز باطل نہیں ہو

گی (الانفال ۲۴)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حاکم کائنات ﷺ کو انبیاء ورسل پر درجوں بلندی عطا فرمائی (البقرہ ۲۳۵)۔

☆ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی مدد کرنیکا عہد لیا گیا (آل عمران ۸۱)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذکر کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ذکر پر مقدم رکھا (الاحزاب ۸)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو ناموں سے پکارا اور حضور ﷺ کو القاب سے خطاب فرمایا (المائدہ ۶۷' الاحزاب ۴۵' المزمل ۱' المدثر ۱)۔

☆ قرآن حکیم میں چار جگہ آپ ﷺ کا اسم گرامی صفت رسالت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے (آل عمران ۱۴۴' الفتح ۲۹' الاحزاب ۴۰' محمد ۲)۔

☆ حضور ﷺ کے اطمینان قلب کے لئے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے احوال آپ ﷺ پر وحی فرمائے گئے (ھود ۱۲۰)۔

☆ احسان کے بدلے زیادتی چاہنا آپ ﷺ کے لئے روانہ تھا (المدثر ۶)۔

☆ محبوب کبریاء ﷺ کے لئے شعر کہنا زیبانہ تھا (یٰسین ۲۹)۔

☆ آپ ﷺ کے لئے بیک وقت چار سے زائد نکاح جائز تھے (الاحزاب ۳۸)۔

☆ حضور ﷺ کے لئے ازواج مطہرات کے اوقات کے عدم تقسیم جائز تھی (الاحزاب ۵۱)۔

☆ آپ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد ازواج مطہرات کو اپنے گھروں میں رہنا لازم ہے وہ حج وعمرہ کے لئے بھی نہیں نکل سکتیں (الاحزاب ۳۳)۔

☆ آپ ﷺ جس مرد کا جس عورت سے چاہیں اس سے اور اس کے والدین سے پوچھے بغیر نکاح فرما سکتے ہیں (الاحزاب)۔

☆ کفار کے اعتراضات کے جوابات انبیائے سابقین علیہم السلام خود دیتے تھے مگر محبوب کریم ﷺ پر اعتراضات کے جوابات اللہ تعالیٰ نے دیئے۔

☆ کافر بولتے تم رسول (ﷺ) نہیں ہو' باری تعالیٰ نے فرمایا ''تو بے شک رسولوں میں سے ہے'' (یٰسین ۳)۔

☆ کافروں نے شاعری کا عیب لگایا' ارشاد باری تعالیٰ ہوا ''اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا'' (یٰسین ۶۹)۔

☆ ولید بن مغیرہ ملعون نے آپ ﷺ کو مجنوں کہا رب تعالیٰ نے جواب دیا ''آپ ﷺ ہرگز مجنوں نہیں'' (القلم ۳)۔

☆ ابن ابی ملعون نے کہا ہم عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ ارشاد ہوا ''عزت تو خدا رسول

اور مومنوں ہی کے لئے ہے'' (المنافقون ۸)۔

☆ عاص بن وائل ملعون نے آپ ﷺ کے صاحبزادے کے انتقال پر طعنہ دیا تو باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ نفرت سے لیا جائے گا'' (الکوثر ۳)۔

☆ کافر بولے'ان کو ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے۔ارشاد ہوا'' آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا'' (الضحیٰ ۳)۔

☆ ابولہب شقی نے دعوت اسلام دینے پر گستاخانہ جملے کہے تو رب تعالیٰ نے اس کی مذمت میں پوری سورۃ لہب نازل فرمائی (اللہب)۔

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے'' تجلی الیقین بان سیدنا نبینا المرسلین'' میں امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی عظمت ورفعت اور اعلیٰ شان میں قرآن حکیم کی بیس آیات بیان فرمائی جو درج ذیل ہیں:۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی'' مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں'' (الشعراء ۸۷) اور رحمت دو جہاں ﷺ کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا'' جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو'' (التحریم ۸)۔محبوب کریم ﷺ کے صدقہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس بشارت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

☆ قرآن کریم نے حضرت خلیل علیہ السلام سے تمنائے وصال نقل کی۔'' میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں'' (الصفت ۹۹) جبکہ حبیب کبریاء ﷺ کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی'' پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو'' (بنی اسرائیل ۱)۔

☆ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے آرزوئے ہدایت فرمائی'' تا کہ وہ مجھے راہ دے'' (صفت ۹۹) لیکن حبیب کبریاء ﷺ سے خود ارشاد فرمایا'' اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے'' (الفتح ۲)۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا'' کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی'' (الذریت ۲۴)۔یعنی فرشتے ان کے مہمان بنے جبکہ حبیب کبریاء ﷺ کے لئے فرمایا'' اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں'' (التوبہ ۴۰) یعنی فرشتے ان کے سپاہی بنے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہی ارشاد ہوا'' اے میرے رب! تیری طرف جلدی کر کے حاضر ہوا تا کہ تو راضی ہو'' (طٰہٰ ۸۴) محبوب کبریاء ﷺ کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی رضا چاہتا ہے ارشاد ہوا'' عنقریب تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے'' (الضحیٰ ۵)۔

☆ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کوہ طور پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرما دیا (طٰہٰ ۱۳ وغیرہ) محبوب کبریاء ﷺ سے آسمانوں سے بھی اوپر کلام فرمایا اور کسی پر ظاہر نہ فرمایا (النجم ۱۰)۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا گیا ''خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے اللہ کی راہ سے'' (ص ۲۶)۔محبوب کبریاء ﷺ کے بارے میں قسم کے ساتھ ارشاد فرمایا ''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے'' (النجم ۳۔۴)۔

☆ حضرت نوح و ھود علیہما السلام سے دعا نقل فرمائی ''الٰہی میری مدد فرما بدلہ اس کا کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا'' (المومنون ۲۶) جبکہ آقائے دو جہاں شفیع عاصیاں ﷺ سے خود ارشاد ہوا ''اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد'' (الفتح ۳)۔

☆ حضرت نوح و حضرت خلیل علیہما السلام سے نقل فرمایا کہ انہوں نے اپنی امتوں کے لئے دعائے مغفرت کی (نوح ۲۸' ابراہیم ۴۱) جبکہ راحت جاں ﷺ کو خود حکم دیا کہ ''اپنی امت کے لئے مغفرت مانگو'' (محمد ۱۹)۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا کہ انہوں نے پچھلوں میں اپنا ذکر جمیل باقی رکھنے کی دعا فرمائی ''اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں'' (الشعراء ۸۴) محبوب کریم ﷺ سے خود فرمایا ''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا'' (الم نشرح ۴) اور اس سے بھی اعلیٰ و ارفع مژدہ ملا کہ آپ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے اور حضور ﷺ کی حمد و ثنا کا شور ہر زبان پر بلند ہوگا (بنی اسرائیل ۷۹)۔

☆ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے لوط علیہ السلام کی قوم سے عذاب دور کرانے کی بڑی کوشش کی مگر حکم ہوا ''اے ابراہیم (علیہ السلام) اس خیال میں نہ پڑ'' (ھود ۷۴) عرض کی اس بستی لوط (علیہ السلام) جو ہے' حکم ہوا ''ہمیں خوب معلوم ہے جو وہاں ہیں'' (العنکبوت ۳۲) جبکہ حبیب کبریاء ﷺ سے ارشاد ہوا ''اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم ﷺ! آپ ان میں تشریف فرما ہیں'' (الانفال ۳۳)۔

☆ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے نقل فرمایا ''الٰہی ! میری دعا قبول فرما'' (ابراہیم ۴۰) جبکہ حبیب کبریاء ﷺ اور ان کے غلاموں کو ارشاد ہوا ''تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا'' (المومن ۶۰)۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج دنیا کے درخت پر ہوئی (القصص ۳۰) جبکہ رحمت دو جہاں ﷺ کی معراج سدرۃ المنتہیٰ و فردوس اعلیٰ تک بیان فرمائی (النجم ۱۴)۔

☆ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے دل کی تنگی کی شکایت بیان فرمائی (الشعراء ۱۳) جبکہ آقا دو جہاں ﷺ کو خود شرح صدر کی دولت عطا فرمائی (الم نشرح ۱)۔

☆ کلیم اللہ علیہ السلام پر حجاب نار سے تجلی ہوئی (النمل ۸) حبیب کبریاء ﷺ پر نور کے جلوے سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تعظیم کے لئے یہ الفاظ ابہام بیان فرمائی گئی۔ ''جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ

چھپایا'' (النجم ١٦)۔

☆ کلیم اللہ علیہ السلام سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا سب سے برأت اور قطع تعلق نقل فرمایا۔ انہوں نے عرض کی۔ ''الٰہی میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا' تو جدائی فرما دے ہم میں اور اس گنا ہگار قوم میں'' (المائدہ ٢٥) جبکہ محبوب کبریاء ﷺ کے علم و جاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا کہ ان پر بھی (دنیا میں) عام عذاب نہ آئے گا (الانفال ٣٣) یہ شفاعت کبریٰ ہے کہ تمام اہل موقف' موافق و مخالف سب کو شامل۔

☆ حضرت ہارون و کلیم اللہ علیہما السلام کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے فرعون کے پاس جاتے وقت اپنا خوف عرض کیا۔ اس پر حکم ہوا ''ڈرو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا'' (طٰہٰ ٤٦)۔ محبوب کبریاء ﷺ کو خود مژدہ نگہبانی دیا ''اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہارے حفاظت فرمائے گا'' (المائدہ ٦٧)۔

☆ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ ان سے پرانی بات پر یوں سوال ہوگا ''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام)! کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنا لو'' (المائدہ ١١٦)۔ تفسیر معالم میں ہے کہ اس سوال پر خوف الٰہی سے حضرت روح اللہ علیہ السلام کا بند' بند کانپ اٹھے گا اور ہر بال کی جڑ سے خون کا فوارہ بہے گا پھر جواب عرض کریں گے جس کی حق تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے۔ محبوب کبریاء ﷺ نے جب غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی اس پر سوال تو حضور ﷺ سے بھی ہوا مگر یہاں جو شان لطف و محبت و کرم و عنایت ہے قابل غور ہے۔ ارشاد فرمایا ''اللہ تمہیں معاف فرمائے تم نے انہیں کیوں اجازت دے دی'' (التوبہ ٤٣) سبحان اللہ! سوال بعد میں ہے اور محبت کا کلمہ پہلے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے اپنے اصحاب سے طلب کی۔ ''کون میرے مددگار ہیں اللہ کی طرف'' (آل عمران ٥٢) جبکہ رحمت دو جہاں ﷺ کی نسبت انبیاء و مرسلین کو حکم نصرت ہوا۔ ارشاد ہوا ''تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا'' (آل عمران ٨١)۔

مذکورہ بیس خصائص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے بیان فرمائے۔

☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے غیب بتانے والے نبی پر درود بھیجتے ہیں (الاحزاب ٥٦)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بھی درود و سلام کی کثرت کا حکم دیا ہے (الاحزاب ٥٦)۔

عشق محبوب کریم ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''(اے محبوب ﷺ!) بیشک ہم نے آپ ﷺ کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو'' (سورۃ الفتح ٨۔٩)۔ اسی سورۃ کی آیت ١٣ میں فرمایا گیا ''اور جو ایمان نہ

لائے اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر تو بے شک ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے"۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا "تو ایمان لاؤ اللہ اوراس کے رسول ﷺ پر اوراس نور پر جو ہم نے اتارا" (التغابن ۸)۔ مزید ارشاد فرمایا "تو ایمان لاؤ اللہ اوراس کے رسول ﷺ بے پڑھے' غیب بتانے والے پر کہ اللہ اوراس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اوران کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ" (الاعراف ۱۵۸)۔ اسی سورۃ کی آیت ۱۵۷ کے آخر میں فرمایا گیا "تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اوراس کی تعظیم کریں اوراسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے" (کنزالایمان)۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ راحت جاں ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنا فرض ہے۔ کتاب الشفا میں ہے کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت اوراحکام الٰہیہ جو حضور ﷺ نے بیان فرمائے' ان سب کا زبان سے اقرار اوردل سے تصدیق کرے۔ جب زبانی اقرار اور قلبی تصدیق دونوں جمع ہوں گے تب ہی ایمان مکمل ہوگا۔ محض زبانی اقرار رسالت کو قرآن حکیم نے منافقت قرار دیا ہے۔ سورۃ منافقون کی پہلی آیت میں ارشاد ہوا۔ "جب منافق آپ (ﷺ) کے حضور حاضر ہوتے ہیں (تو) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اوراللہ جانتا ہے کہ آپ (ﷺ) اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں" (کنزالایمان)۔ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع بھی واجب ہو گئی۔ قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں:۔

☆ "اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (آل عمران ۳۱)۔
☆ آپ (ﷺ) فرمادو کہ حکم مانو اللہ کا اوراس کے رسول (ﷺ) کا" (آل عمران ۳۲)۔
☆ "اوراللہ ورسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اس امید پر کہ تم رحم کیے جاؤ" (آل عمران ۱۳۲)۔
☆ "اوراللہ کا حکم مانو اور رسول (ﷺ) کا حکم مانو" (التغابن ۱۲)۔
☆ "اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو" (الحشر ۷)۔
☆ "اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول (ﷺ) کا حکم مانو" (محمد ۳۳)۔
☆ "اور جو اللہ اوراس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانے اللہ اسے جنت میں لے جائے گا" (الفتح ۱۷)۔
☆ "اوراگر تم رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے" (النور ۵۴)۔
☆ "اور جو حکم نہ مانے اللہ اوراس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا" (الاحزاب ۳۶)۔
☆ "اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے"

(النساء ۶۴)۔

☆ ''تو اے محبوب (ﷺ)! آپ کے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں آپ (ﷺ) کو حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ آپ (ﷺ) فرمادیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں'' (النساء ۶۵)۔

☆ ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانو''۔

☆ ''جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا''۔

☆ ''جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے' کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا'' (الاحزاب ۶۶)۔

☆ ''یہ نبی (ﷺ) مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے''۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرنے والوں کو محبوب کبریاء ﷺ کی پیروی واتباع کرنی چاہئے اور جان رحمت ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی متعدد آیات میں اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب رسول ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کے منکر آخرت میں جہنم کا ایندھن بنا دیئے جائیں گے۔

محبت محبوب ﷺ

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

محبوب کریم ﷺ کی محبت ایمان کی روح اور دین کی اصل ہے۔ محبت رسول اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے معنی اور اس کی حقیقت علمائے حق نے اپنے اپنے انداز میں بیان فرمائی ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں لیکن روح سب کی ایک ہی ہے۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اطاعت رسول ﷺ ہی محبت ہے۔ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محبت ایک کیفیت ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ محبت محبوب ﷺ کی رضا چاہنے کا نام ہے بعض کے نزدیک محبوب ﷺ کی پسند کو اپنی پسند اور اس کی ناپسند کو اپنی ناپسند بنا لینا محبت ہے۔ بعض نے کہا محبوب ﷺ کے سوا سب کچھ فنا کر دینے کا نام محبت ہے جبکہ بعض کے خیال میں محبوب ﷺ پر سب کچھ نچھاور کر دینے کا نام محبت ہے (مدارج النبوۃ) (مزید تفصیل ہماری کتاب ''محبت اور اہل محبت'' میں ملاحظہ فرمائیں)۔ سورۃ توبہ آیت ۲۴ میں ارشاد ہوا ''آپ (ﷺ) فرماؤ کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے محبوب ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں

تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا" (کنز الایمان)۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر تمام چیزوں سے زیادہ اللہ کریم اور محبوب کریم ﷺ کی محبت لازم ہے۔ اسی حوالہ سے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:۔

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اس کے والد، اس کی والدہ اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں" (بخاری و مسلم)۔

☆ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ محبوب ﷺ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ! بے شک آپ ﷺ مجھے میری جان کے سوا ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں محبت کی یہ منزل بھی اتر آئی۔ عرض کی، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی بے شک آپ ﷺ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا" (بخاری شریف)۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں

محبت رسول ﷺ ایمان کی حلاوت عطا کرتی ہے، قوت محرکہ کے طور پر اطاعت رسول ﷺ کی طرف مائل کرتی ہے، یہ قرب باری تعالیٰ اور روحانیت میں ترقی کا باعث بھی ہے اور آخرت میں جان رحمت ﷺ کی رفاقت و معیت حاصل ہونے کا اہم وسیلہ بھی۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں عرض کی "یارسول اللہ (ﷺ) قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، قیامت کے لئے تو نے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی، نہ بہت سی نمازیں جمع کی ہیں اور نہ روزے اور نہ ہی صدقات لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو قیامت میں انہیں کے ساتھ ہو گا جن سے محبت رکھتا ہے (بخاری شریف)۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے خدمت حضور اقدس ﷺ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بے شک آپ ﷺ مجھے میری جان اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں، جب میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ ﷺ کی یاد آتی ہے تو جب تک میں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر

آپ ﷺ کا دیدار نہیں کر لیتا مجھے صبر نہیں آتا' میں موت کو یاد کرتا ہوں تو میں یقین کرتا ہوں کہ آپ ﷺ تو جنت میں انبیائے کرام کے ساتھ اعلیٰ درجے میں ہوں گے اور میں جنت میں نہ جانے کہاں ہوں گا' مجھے ڈر ہے کہ میں آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ وہ یہ عرض کر رہا تھا کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت (النساء ٦٩) لے کر نازل ہوئے ''اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء' صدیقین' شہداء اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں'' (طبرانی' ابونعیم)۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

☆ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے یارسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم میرے والد کے ایمان لانے کے مقابلے میں ابوطالب کا ایمان لانا یقیناً میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک اور روشنی پہنچاتا کیونکہ ابوطالب کے ایمان لانے سے آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی (مدارج النبوۃ)۔

☆ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ راحت جاں ﷺ مجھے اپنی جان و مال' والدین اور اولاد سے زیادہ محبوب ہیں (کتاب الشفا)۔

☆ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی تعظیم و محبت میں اپنا سب کچھ حتیٰ کہ جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے' وہ ایمان افروز واقعات اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں:۔

☆ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب ہجرت کی رات جان رحمت ﷺ کے ساتھ غار ثور پہنچے تو پہلے آپ غار میں داخل ہوئے' صفائی کی اور جو سوراخ نظر آئے انہیں اپنے بدن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کیا اور دو سوراخ بند کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی تو ان پر اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ محبوب کریم ﷺ غار میں تشریف لے گئے اور آپ کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اسی دوران سوراخ کے اندر سے سانپ نے آپ کے پاؤں پر کاٹ لیا۔ آپ حضور ﷺ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے ساکن بیٹھے رہے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے باعث آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو رحمت دو جہاں ﷺ کے چہرہ اقدس پر گرے۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے سارا واقعہ عرض کیا۔ رحمت دو جہاں ﷺ نے آپ کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا تو فوراً آرام آ گیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت بھی زہر لوٹ آیا اور اسی کے اثر سے آپ کی شہادت ہوئی (مشکوٰۃ شریف)۔

☆ غزوہ خیبر سے واپسی پر مقام صہبا میں جان رحمت ﷺ نے نماز عصر کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی مگر آپ رضی اللہ عنہ نے مالک دو جہاں ﷺ کو بیدار نہ کیا

یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ جب محبوب کبریاء ﷺ نے چشمان کرم کھولیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی نماز کا حال عرض کیا۔ محبوب کبریاء ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی' الٰہی! علی تیری اور تیرے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری میں تھے اس لئے ان کے لئے سورج کو لوٹا دے۔ آپ ﷺ کی دعا سے ڈوبا ہوا سورج پھر نکل آیا۔ اس حدیث پاک کو قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الشفا میں' امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل الآثار میں روایت کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا ہے۔

مولیٰ علی نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔ محبت اہل ایمان کے دلوں کی زندگی اور ان کی روحوں کی غذا ہے۔ مقامات رضا اور احوال محبت میں یہ مقام سب سے بلند اور افضل ترین ہے۔ امام المحدثین کے اس ایمان افروز قول میں ان لوگوں کے اعتراض کا جواب بھی موجود ہے جنہیں یہ شکایت ہے کہ اہلسنت کے علماء تو جب دیکھو عشق رسول یا محبت مصطفیٰ ﷺ کی باتیں کرتے ہیں۔ کبھی نعتیں پڑھ رہے ہوں گے اور کبھی درود و سلام۔ اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے مثال عرض کرتا ہوں۔

فرض کیجئے کہ آپ کے مکان میں ایک پودا لگا ہوا ہے اور آپ اسے روزانہ پانی دیتے ہیں کوئی شخص اگر آپ سے یہ کہے کہ جناب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ خود تو عمدہ عمدہ کھانے کھائیں اور بہترین مشروب پئیں اور اس پودے کو روزانہ صبح و شام صرف پانی ہی دیں۔ اگر آپ اس کے فریب میں آ گئے اور آپ نے پودے کو ایک دن پانی دیا دوسرے دن تیل تیسرے دن گھی اور چوتھے دن کوئی اور قیمتی غذا وغیرہ۔ اب آپ بتائیے کہ کیا اس طرح پودے کی آبیاری ہو گی؟ کیا اس کی نشوونما ہو گی؟ ہرگز نہیں' ہر عقلمند یہی کہے گا کہ پودے کی آبیاری اور نشوونما پانی سے ہوتی ہے۔ پس اسی طرح اہلسنت کی روحانی نشوونما صرف عشق مصطفیٰ ﷺ اور ذکر رسول ﷺ سے ہوتی ہے۔

مغز قرآں روح ایمان جان دیں
ہست حب رحمۃ للعالمین

ارشاد باری تعالیٰ ہوا ''سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے'' (الرعد ۲۸)۔ حدیث قدسی میں

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے" (اے محبوب ﷺ) امیں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر قرار دے دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا" (کتاب الشفا)۔ ثابت ہوا کہ ذکر مصطفیٰ ﷺ سے دل کو سکون اور روح کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔ یہی بات امام المحدثین نے مدارج النبوۃ میں فرمائی اور اسی حقیقت کو امام یوسف نبہانی نے انوار محمدیہ ﷺ میں یوں بیان فرمایا۔" جاننا چاہئے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کی تمنا ہر چاہنے والے کے دل میں پائی جاتی ہے' یہ وہ اعلیٰ مقام ہے جس کی طرف عابدوں کی نگاہیں لگی رہتی ہیں اور جس کے لئے عشاق اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں اور جس کی روح پرور ہوا کے جھونکے عابدوں کو تروتازہ کر دیتے ہیں۔ محبت رسول ﷺ دلوں کی قوت' روحوں کی غذا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور یہ ایک ایسی زندگی ہے کہ جو اسے حاصل نہ کر سکا اس کا شمار مردوں میں ہوگا اور یہ ایسا نور ہے کہ جو اسے نہ پاسکا وہ اندھیروں کی گہرائیوں میں ڈوب گیا پس رسول معظم ﷺ کی محبت ایمان و اعمال باطنی احوال اور روحانی مقامات کی روح ہے"۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

☆ امام قاضی عیاض مالکی قدس سرہ کتاب الشفا میں اور امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ کسی سے محبت و عشق ہو جانے کی تین بڑی وجوہات ہوتی ہیں۔(۱)۔ اس کا حسن و جمال کہ طبیعت فطری طور پر حسین وجمیل اور خوبصورت چیزوں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ (۲)۔ اس کا حسن اخلاق کہ طبیعت فطری طور پر اچھی سیرت واخلاق والے صاحب کمالات اور متقی و صالحین وغیرہ کی طرف مائل ہوتی ہے۔(۳)۔ اس کا انعام واحسان کہ طبیعت فطری طور پر انعامات دینے والے اور احسان کرنے والے کی طرف مائل ہوتی ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ رحمت دو جہاں ﷺ کی ذات گرامی ان تمام صفات اور کمالات کی جامع ہے جو محبت کے اسباب اور عشق کے موجب ہیں۔

ورفعنالک ذکرک

محترم قارئین کرام! ذکر محبوب کریم ﷺ اپنے تخلیق نور کے مرحلے سے لے کر اب تک جاری ہے اور تا ابد جاری رہے گا۔ اس کے عنوان اور نام ہر دور میں بدلتے رہے ہیں لیکن ذکر محبوب ﷺ ہر زمانے میں اپنی پوری آب و تاب سے ہوتا رہا ہے اور وعدہ الٰہی کے مطابق ہر آنے والے لمحے میں اس کی رفعت اور شہرت بڑھتی ہی رہے گی۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا۔ ورفعنالك ذكرك "اور ہم نے آپ (ﷺ) کی خاطر آپ (ﷺ) کے ذکر کو بلند کر دیا"۔

باری تعالیٰ اس ذکر کو کس حد تک اور کب تک بلند کرتا رہے گا اس کے لئے کوئی قید بیان نہیں کی اور نہ

ہی کسی حد کا تعین کیا ہے۔ معاندین حق اور دشمنان اسلام اگر اس رفعت ذکر کو کم کرنا چاہیں گے تو وہ ہرگز اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ جیسے حفاظت قرآن کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے وانا لہ لحافظون کی صورت میں قرآن کی محافظت کو اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔ آج قرآن محبوب کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کا ایک زندہ معجزہ ہے جو ہر کسی کو اللہ کی الوہیت اور جان رحمت ﷺ کی ختم نبوت اور اسلام کی حقانیت پر ایک منہ بولتا ثبوت فراہم کر رہا ہے۔ جس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک حرکت اس کی الوہی اور الہامی کتاب ہونے پر شواہد دے رہی ہے۔ یہ سارا ثمر اس حفاظت الٰہیہ کا ہے جو اللہ رب العزت نے اپنے ذمے لی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانی دماغ اور فرعونی ذہن کی تمام تدبیریں اس کی تحریف کے حوالے سے ۱۴سو سال سے اب تک مسلسل ناکام ہوتی چلی آ رہی ہیں۔ دشمنان اسلام ہر دور میں اس حوالے سے بدترین ناکامی کا سامنا کر چکے ہیں۔

قرآن کی حفاظت الٰہیہ کی طرح ذکر مصطفیٰ ﷺ کی رفعت الٰہیہ کے مقابل عدوان اسلام ناکام و خاسر رہے ہیں۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی کے نظارے ہر سو دکھائی دیتے رہے ہیں۔ ہر آنے والے لمحے میں ذکر مصطفیٰ ﷺ کی رفعت بڑھتی رہی ہے۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اتانی جبریل فقال ان ربی و ربک یقول کیف رفعت ذکرک قال الله اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی (ابن کثیر۴:۵۲۴) ''میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور آ کر کہا کہ میرے اور آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے میں نے آپ ﷺ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا؟ میں نے کہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے حبیب ﷺ رفعت ذکر یہ ہے) جب بھی میرا ذکر ہوگا آپ ﷺ کا بھی ہوگا''۔ اس حدیث قدسی میں باری تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کے ذکر کو لزوم عطا کر دیا ہے۔ جب وہ خود اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب کے ذکر کو لازم ٹھہرا رہا ہے تو اب مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کے ذکر کو کم کر سکتا اور نہ ہی اس کی طاقت رکھتا ہے۔

☆ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ لا اذکر الا ذکرت معی (ابن کثیر۴:۵۱۳) ''جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے ساتھ آپ (ﷺ) کا ذکر لازم کیا جائے گا''۔

جس چیز کو باری تعالیٰ اپنی معیت عطا کرے کوئی قوت اس میں فرقت نہیں ڈال سکتی' جسے وہ اپنے قریب کرے کوئی اسے بعید نہیں کر سکتا' جسے وہ اپنی رحمت سے نوازے کوئی اسے گرفتار عذاب نہیں کر سکتا' جسے وہ اپنا بنائے کوئی اسے غیر نہیں بنا سکتا' جسے وہ قوت عطا کرے کوئی اسے کمزور نہیں کر سکتا' جسے وہ عظمت اور رفعت عطا کرے کوئی اسے ذلت نہیں دے سکتا' جسے وہ اونچا کرے کوئی اسے نیچا نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ورفعنا کی بجائے ورفعنا جمع متکلم کا صیغہ استعمال کر کے اس حقیقت کو آشکار کر دیا

آمد رحمت الٰہی

ہے جو بندہ میری الوہیت اور میری ربوبیت پر ایمان رکھنے والا ہے ذکر مصطفیٰ ﷺ کی رفعت اس کا وظیفہ حیات ہے اور یہی خصلت اس میں صبغۃ اللہ کی نشاندہی کرتی ہے اور اسے میرے مقرب بندوں کی صف میں شامل کر کے 'ہم' میں سے بناتی ہے۔ گویا یہ واضح کر دیا ہے کہ رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ اسلامی فطرت ہے' مسلمانی شناخت ہے' امتی ہونے کی خصلت ہے اور ایمانی فرضیت ہے۔ اسی بنا پر ہر صحیح العقیدہ مسلمان رفعت ذکر محبوب کریم ﷺ کا اہتمام کرتا ہے۔ نام اور عنوان اس کا کچھ بھی ہو سکتا ہے اس لئے مقصود نام نہیں بلکہ کام ہے اور وہ کام ذکر محبوب ﷺ کا ہر سو ایک غلغلہ اور چرچا کرتا ہے۔ اس کے لئے چاہے کوئی نام 'محفل میلاد رکھے یا سیرت النبی کانفرنس' کوئی محفل نعت کے نام دے یا ذکر مصطفیٰ ﷺ کا عنوان دے' نام تو ان محافل اور مجالس کے جدا جدا ہو سکتے ہیں مگر ان کا مقصد فقط اور فقط ذکر محبوب ﷺ کی رفعت ہے۔ نظر مقصد پر رہے تو انسان الجھتا نہیں اگر ذرائع پر ہی ہو جائے تو انسان سلجھتا نہیں۔ ذکر جان رحمت ﷺ تو صحیح معنوں میں انسان کو انسانیت سے آشنا بھی کرتا ہے اور اسی میں باکمال بھی بناتا ہے۔ ذکر محبوب ﷺ کی رفعت محافل میلاد کی صورت میں ہو تو نظم خواں اپنی ذہنی بلندیوں کا اظہار کرتے ہیں اور اسی ذکر محبوب ﷺ کی رفعت سیرت النبی ﷺ کانفرس کی صورت میں ہو تو نثر خواں اپنی ادبی عظمتوں کو عیاں کرتے ہیں۔ کوئی بازاروں' گلیوں' محلوں اور بڑے بڑے جلوسوں میں چل کر اس ذکر کی رفعت کا اہتمام کرتے ہیں اور کوئی بڑے بڑے ہال سجا کر کرسیاں اور صوفے بچھا کر عمدہ انتظام کرتے ہیں' البتہ گھروں' محلوں' مساجد اور سرکاری عمارتوں کو ہر کوئی سجاتا ہے۔ حکومت محافل میلاد کا بھی انتظام کرتی ہے اور سیرت النبی کانفرنسز کا اہتمام بھی۔ نشریاتی ادارے بھی ہر دو طرح کے پروگرام ترتیب دیتے ہیں۔ اس نظر سے دیکھا جائے تو ہر مسلمان رفعت ذکر محبوب ﷺ میں محو نظر آتا ہے ایسا کیوں کر نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ سنت الٰہیہ ہے۔ یہی طریق خالق و معبود ہے اور یہی طریق عبد و مخلوق ہے۔ یہی صراط الٰہی ہے اور صراط مستقیم بھی۔ بندوں نے اپنے اذواق اور سوچوں کے مطابق رفعت ذکر کو محافل مجالس و جلسوں اور جلوسوں کی صورت میں سجایا ہے اور ہر عمدہ سے عمدہ انتظام و انصرام کیا ہے خود رب جہاں نے اپنے حبیب ﷺ کے ذکر کو رفعت کی عملی صورت دی تو حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا۔ جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك ذكرنى (الشفاء ۲:۱۳)" تیرے ذکر کو میں نے اپنا ذکر بنا دیا ہے پس جس نے تیرا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا"۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دے دیا ہے۔ رفعت ذکر کا اس سے بلند و بالا نہ کوئی تصور ہو سکتا ہے اور نہ ہی گماں کی پرواز اس سے اوپر جا سکتی ہے گویا ذکر محبوب ﷺ ذکر الٰہی ٹھہرا۔ قرآن اس تصور کو مختلف آیات میں واضح کرتا ہے ارشاد فرمایا۔ ومن يطع الرسول فقد اطاع الله (النساء ۴:۸۰)۔" جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اس آیت کریمہ میں اطاعت رسول ﷺ کو اطاعت الٰہی قرار دیا ہے۔ اسی طرح اور متعدد آیات میں فعل رسول کو فعل الٰہی کہا گیا ہے۔ جس سے شان رسالت ﷺ کی عظمت اور رفعت ایک کلی حقیقت کے طور

پر ہمارے سامنے آتی ہے۔قرآنی آیات میں دین اسلام کے بنیادی تصورات دیے گئے ہیں جنہیں ایک اصول اور ضابطے کے طور پر قرآن نے بیان کر دیا ہے۔صلوٰۃ' حج' صوم' زکوٰۃ اور دیگر عبادات کی عملی صورتیں ہمیں اسوہ رسول ﷺ سے میسر آتی ہیں۔اسوہ رسول ﷺ سے روگردانی کر کے ان عبادات کی عملی حقیقتیں ہمیں سمجھ نہیں آ سکتیں۔یہی وجہ ہے کہ آیات قرآنیہ کی تفسیر سب سے پہلے ہم خود قرآن سے بعد ازاں احادیث رسول ﷺ و اجماع امت اور ائمہ اور مجتہدین دین کے اجتہادات اور ان کے عمل سے ان کا مفہوم سمجھتے ہیں۔اس اعتبار سے جب ہم ورفعنالك ذكرك پر غور کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ذکر محبوب ﷺ کی رفعت اس آیت کا مقصد ہے اس مقصد کی عملی صورتیں کچھ بھی ہو سکتی ہیں' مقصد کا اہتمام فریضہ ہے اس کی عملی صورتوں کے نام اور عنوان مقصود نہیں' جیسے اللہ کریم نے جان رحمت ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے حوالے سے ارشاد فرمایا۔ان الله وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما '' بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر صلوٰۃ پڑھو اور سلام بھیجو جیسا سلام بھیجنے کا حق ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں مقصود جان رحمت ﷺ پر درود و سلام بھیجنا ہے اور یہ وہ عمل ہے جو خود اللہ رب العزت بھی کر رہا ہے اور فرشتے بھی اس میں معروف ہیں اس اعتبار سے جہاں یہ فرشتوں کا وظیفہ ہے وہاں یہ خود سنت الٰہیہ بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے درود و سلام کو نہ کسی وقت کے ساتھ مقید کیا ہے اور نہ ہی کسی مخصوص معیت کے ساتھ' نہ جملوں کی تخصیص کی ہے اور نہ الفاظ کا تعین' نہ مخصوص حروف کے اعتبار کا حکم دیا ہے نہ جلوس وقیام کا اور نہ ہی کسی بھی عبادت سے تقدم اور تاخر کا حکم دیا ہے۔صرف اتنی بات کو یقینی بنانے کا حکم دیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ پر درود و سلام زمان و مکان' جملوں اور حروف کی تخصیص و تغییر کے بغیر جاری و ساری رکھو۔مقصد کا اہتمام ہوتا رہے الفاظ' جملے اور حروف کچھ بھی ہو سکتے ہیں ماہیت کی بھی شرط نہیں۔ کھڑے' بیٹھے' لیٹے اور چلتے پھرتے کسی بھی صورت میں بھیجا جا سکتا ہے۔یہی حکم الٰہی ہے اور یہی سنت الٰہیہ بھی ہے۔ہر عبادت کا وقت مقرر ہے لیکن درود و سلام کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔دن اور رات کی کسی بھی گھڑی یہ عبادت بجالائی جا سکتی ہے۔یہ آیت کریمہ اصول فقہ کے ضابطے کے مطابق مطلق ہے اور مطلق کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اطلاق پر ہی جاری رہتا ہے اسے مقید نہیں کیا جا سکتا۔چنانچہ آیت کو وقت' الفاظ' حروف' جملوں' معیات' جلوس وقیام اور دیگر کسی بھی قید سے مقید نہیں کیا جا سکتا۔آیت سے مطلوب فرض کی ادائیگی ہے' ذرائع کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔چنانچہ اب کھڑے ہو کر درود و سلام بھیجے وہ بھی مقبول ہے' بیٹھے ہوئے پڑھے وہ بھی شرف قبولیت سے ہمکنار ہوتا ہے۔الفاظ' حروف اور جملے بھی شان رسالت مآب ﷺ کے مطابق کوئی بھی اختیار کر سکتا ہے۔چنانچہ اگر کوئی اللهم صلى على محمد وعلى آل محمد پڑھے یا الصلوة و السلام عليك يارسول الله ﷺ کے ذریعے درود و سلام کا نذرانہ بھیجے' ہر درود قطعی القبول ہے۔اگر حروف کے انتخاب کا مسئلہ اتنا بڑا ہوتا کہ ان کا استعمال عبادت سے

ایمان والوں کو شرک کی طرف منتقل کرتا تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ضرور اس کا التزام کر دیتا۔ کیونکہ یہ بذات خود اس حکم کو ہی مشتبہ بنا دیتا ہے جس کے کرنے کا حکم دیا ہے' بجائے نیکی کے ایک ایمان والا گناہ کمائے اس لئے ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی کلمہ ادب محبوب کریم ﷺ کے منافی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ولا تقولوا راعنا وقولو انظرنا 'اے ایمان والو! (رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے وقت) 'راعنا' کا لفظ نہ کہو بلکہ 'انظرنا' کہو'۔

ایمان والوں کو یہاں حکم دیا ہے کہ تم ایسا کلمہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں استعمال نہ کرو جو ذو معنی ہو جس میں ادب کا مفہوم بھی ہو اور بے ادبی کا شائبہ بھی۔ پس ایسا لفظ استعمال کرو جو سراسر ادب و احترام رسول ﷺ پر ہی دلالت کرتا ہو۔ اس میں گستاخی اور اہانت رسول ﷺ کا شائبہ بھی نہ ہو۔ اس آیت کریمہ میں یہ دائمی اور ابدی حکم ہمیں عطا کر دیا گیا ہے۔ اب یہ بات کسی بھی اعتبار سے درست نہیں کہ کسی گمان کے مطابق کوئی حروف نداء کے استعمال سے بدعتی اور مشرک قرار پائے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیتا ہے' ہر گناہ کو وہ معاف کر دیتا ہے مگر شرک اور مشرک کو معاف نہیں کرتا۔ اگر کسی فرقے کے مطابق 'یا' کے استعمال سے شرک لازم آتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور قرآن میں اس بات کا حکم دے دیتا کہ حرف نداء 'یا' کے ساتھ کسی کو بھی میرے علاوہ یاد نہ کرنا اور درود و سلام کی ہمہ وقتی عبادت کے لئے لازم ٹھہرا دیتا کہ درود و سلام کے لئے کوئی قید نہیں سوائے اس کے کہ حرف نداء کے ساتھ درود و سلام نہ بھیجنا۔

توحید کی حقیقت بڑی واضح اور بلند و بالا ہے' معمولی سا گمان بھی اس کی اصلیت کو مسخ نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ اتنا کمزور عقیدہ ہے جو بار بار اپنی ضد شرک کے ساتھ منسلک ہوتا پھرے۔ شاہراہ حیات پر قدم پھونک پھونک کر چلنا اور انتہائی احتیاط برتنا تقویٰ تو کہلاتا ہے مگر اسے کسی اور اسلامی عقیدے اور اصطلاح کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ لامحالہ اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاشرتی سطح پر مسلکی تعصب نے باہمی نفرتوں کے ہرسو ڈیرے کیوں ڈالے ہوئے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں مسلمہ عقیدہ کے بعض الفاظ اور جملے عقیدہ سے قطع نظر مسلکی پہچان اور شناخت بن چکے ہوں' ان کے حیثیت مسلکی اصطلاحات میں ڈھل چکی ہو اور مسلکی تشخص کیسے ان کا وافر استعمال ہوتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہر شخصی تشخص کا روپ بھی اختیار کر چکی ہوں۔ ایسی صورت حال میں اصحاب حل و عقد کو امت کے مرض کی تشخیص کرتے ہوئے بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم گامزن کرنا ہوگا۔ ان اقدار کو اختیار کرنا اور فروغ دینا ہوگا جس سے ملی وقار' اسلامی یکجہتی اور عالمگیر بیداری جنم لے' جو امت کے زوال کو پھر سے عروج میں بدل دے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب محبوب کبریاء ﷺ کی ذات پر ہمارا ایمان کامل ہو' توحید اور مصطفوی نظام ہی ہمارا مطمع نظر ہو' اسی بنا پر مقصد پر اپنی توجہ مرتکز کر کے ذرائع میں الجھنے سے ہر ممکن اعراض کریں کیونکہ یہی رویہ ہمیں صحیح معنوں میں کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

عصر حاضر میں جشن میلاد النبی ﷺ کی ضرورت واہمیت

اے ظہور تو شباب زندگی
جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

انسانی تاریخ کے اوراق اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ ازل سے تا امروز بے شمار ایسی نادرۂ روزگار اور یگانہ ہستیاں مطلع عالم پر جلوہ گر ہوئیں جن کے تذکرے آج بھی زبان زد خواص وعوام ہیں لیکن ان میں ایک بھی شخصیت ایسی نہیں گزری جو بہ اعتبار سیرت اور شمائل وفضائل اس عالی وارفع مقام کی حامل ہو جو سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کو بلاشرکت غیرے حاصل ہوا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جان رحمت ﷺ کی ذات گرامی بارگاہ ایزدی میں اس منتہائے کمال پر فائز ہے کہ بنی نوع انسان کی دنیوی واخروی فلاح کا جو سلسلہ ابتدائے آفرینش میں حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اس کا نقطۂ عروج آپ ﷺ کے وجود اقدس میں سمٹ کر خاتم النبیین ﷺ کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ اب تا قیامت آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے دائرے سے کوئی زمانہ اور عالم بشریت کا کوئی فرد شرق تا غرب اور شمال تا جنوب خارج نہیں ہو سکتا اور حق تو یہ ہے کہ اگر ارض وسماء کی پہنائیوں سے وجود مصطفیٰ ﷺ کو نکال دیا جائے تو زندگی میں کوئی تحریک وحرکت اور حسن ورعنائی کی رمق باقی نہ رہے اور جوہر حیات اپنی ساری کشش اور جلوہ نمائی کھودے۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

جشن میلاد النبی ﷺ کی اہمیت عصری تناظر میں اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ تمام عالم اسلام ایک ناقابل شکست جمود، بے حسی اور بے یقینی کے چنگل میں گرفتار ہے۔ باطل استعماری طاغوتی طاقتوں کی ہر محاذ پر یلغار کی وجہ سے مسلمان پوری دنیا میں ایک جاں گسل موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں اور ''نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن'' کے مصداق ان کے لئے اس گھناؤنے چکر (Vicious Circle) سے نکلنے کی تمام راہیں مسدود ہوتی جارہی ہیں۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کی حیات طیبہ جو عملی اسلام کی مکمل تصویر ہے اس کی طرف ہماری بے توجہی اور عدم التفات ایک قومی المیئے کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے اور ہماری اجتماعی حالت اس گفتۂ اقبال کی غماز بن چکی ہے۔

بہ بند صوفی و ملا اسیری
حیات از حکمت قرآں نہ گیری
زآیاتش ترا کارے جزیں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

''تو ظاہر پرست صوفی و ملا کے چکر میں گرفتار اپنی زندگی میں قرآن سے حکمت حاصل نہیں کرتا اور تیرا اس سے اتنا ہی واسطہ ہے کہ حالت نزع میں تیری جان سورۃ یٰسین کی برکت سے آسانی سے نکل جائے''۔

یوم میلاد النبی ﷺ تاریخ انسانیت کا وہ عظیم ترین دن ہے جو تمام مسلمانوں کے عید سے بھی بڑھ کر اہمیت ومعنویت کا حامل ہے۔اس دن وہ ہستی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی جو''سب غائتوں کی غائت اولی تھی تو ہے'' کا مصداق بنی اور جس کی سیرت مطہرہ''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری'' کے اوصاف سے حزین جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتوں کی جامع ہے۔

سیرت ہے تیری جوہر آئینہ تہذیب
روشن ترے جلوؤں سے جہان دل و دیدہ

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی محافل ومجالس ملک کے طول وعرض میں برپا کر کے اس ذات اقدس کی یادوں کے چراغ حریم دل و دیدہ میں روشن کریں جو اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائی تو مجبور ومقہور انسانوں کو ان کے سلب شدہ بنیادی حقوق واپس مل گئے اور یہ کائنات ارضی جہاں جنگل کا قانون رائج تھا تہذیب وتمدن کے نور سے آشنا ہوئی۔آج کے معروضی حالات میں جب یو این او کے انسانی حقوق کا چارٹر امریکہ اور دوسری استعماری طاقتوں کی من مانیوں کی وجہ سے محض کھوکھلے الفاظ کا بے روح قالب بن کر رہ گیا ہے۔تذکار رسالت کے چرچے عام کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت بن چکا ہے۔عراق پر بلا جواز امریکی جارحیت نے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کی اس سرزمین کے تقدس کو جس طرح پامال کیا اور ہزاروں بے گناہ بچوں'عورتوں اور بوڑھوں کے خون ناحق سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں اس کی تلافی کی کوئی صورت نکالنے کے لئے تمام امت مسلمہ کے اتحاد ویکجہتی کے خواب کو صرف اسی طرح شرمندہ تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ٹوٹا ہوا تعلق پھر سے بحال کرلیا جائے۔اس کے لئے یوم میلاد کی تقاریب سے ملت کی ازسرنو شیرازہ بندی کا کام لیا جاسکتا ہے اور یہ وہ مثبت اور تعمیری عمل ہے جس پر پوری توجہ کرنے کی موجودہ حالات میں اشد ضرورت ہے۔

جان رحمت ﷺ کا لایا ہوا دین اسلام عدل وانصاف اور احسان کا علم بردار ہے اور اس میں اہل اقتدار واختیار کا سب سے اہم فریضہ ظلم واستحصال کا خاتمہ اور اجتماعی عدل کو قائم کرنا ہے۔مخلوق خدا کو ان کے معاشی' معاشرتی اور سیاسی حقوق سے محروم رکھنا ایک ایسا جرم ہے جسے اسلام آن واحد کے لئے بھی

برداشت نہیں کرتا۔ یہ ایک ایسا ظلم ہے جس نے دنیا کو جہنم زار بنا رکھا ہے۔ یوم میلاد مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر ان قوتوں کے خلاف آواز بلند کرنا جو ظلم کے شعلوں کو ہوا دے رہی ہیں ایک بہت بڑے جہاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارے ملک میں غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچ چکی ہے۔ عوام کی اکثریت محرومی و بے بسی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ معاشی، سماجی افلاس ان کا مقدر بنا ہوا ہے اور بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

کس نہ باشد در جہاں محتاج کس
نکتۂ شرع مبین این است و بس

کا حیات بخش پیغام ہی اس دور کا مداوا بن سکتا ہے یعنی شریعت اسلامیہ کا تقاضا یہ ہے کہ کسی شخص کا دامن بھی احتیاج اور مفلسی کے کانٹوں سے تار تار نہیں ہونا چاہئے۔ وسائل رزق پر چند ہاتھوں کی اجارہ داری عوام کو جاں لیوا مہنگائی، بے روزگاری اور امن و امان کی غارتگری سے دوچار کرنے کا موجب بنتی ہے۔ ایسے میں جہاں سرمایہ داری کو فروغ مل رہا ہو اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد نان شبینہ کی بھی محتاج ہو کر زندگی بسر کر رہی ہو کوئی آئین اور قانونی ضابطے تلافی حالات کا سبب نہیں بن سکتے اس لئے کہ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہو

لہٰذا یہ وقت کی پکار ہے کہ ہم یوم میلاد کو مظلوم و مقہور انسان کے یوم نجات کے طور پر منائیں کہ اس طرح معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔

ولادت محبوب کریم ﷺ پر اظہار مسرت کی حقیقت

دوستو! جس طرح ماہ رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت و شان کے طفیل دیگر مہینوں پر انفرادیت اور امتیاز عطا فرمایا۔ اسی طرح ماہ ربیع الاول کے امتیاز اور اس کی شان علو کی وجہ بھی اس میں صاحب قرآن کی تشریف آوری ہے۔ یہ ماہ مبارک بلاشبہ محبوب کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی نسبت سے ایک انفرادی حیثیت کے ساتھ سال کے جملہ مہینوں پر نمایاں فضیلت اور امتیاز رکھتا ہے۔ یہ قرآن اللہ تبارک و تعالیٰ کا پاکیزہ کلام اور اس کی صفت ہونے کے اعتبار سے پوری کائنات میں اپنی فضیلت و شان میں یکتا ہے اور بے شک اس کا نازل ہونا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کا ہم پر احسان عظیم ہے۔ ہم اس کے ایک کلمے کا شکر بھی عمر بھر ادا نہیں کر سکتے۔ اس کا ہر ہر حرف بنی نوع انسان کو عظمتوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ جہالت و ضلالت میں گھری ہوئی انسانیت کو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کے ذریعے وہ نور علم عطا فرمایا جس سے جہالت کی تاریکیاں کافور ہوئیں اور انسان پستیوں سے اٹھ کر شرف و تکریم کی بلندیوں پر متمکن ہوا یہ سب کچھ اگرچہ اپنی جگہ ناقابل انکار حقیقت ہے تو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ قرآن ہمیں کس کے ذریعے

ملا؟ اگر قرآنی علم کے ذریعے انسان کو اللہ تعالیٰ نے لاانتہاء عظمتیں عطا کی ہیں تو اس علم کو اس نے کس سے سیکھا؟ اس ہستی کی اپنی عظمتوں کا کیا عالم ہوگا جس کی دہلیز سے انسانیت کو اس قرآن کی صورت میں اتنا عظیم ذخیرہ، علم حکمت اور مصدرِ ہدایت میسر آیا۔

جن کا قلب اطہر اس وحی الٰہی کا مہبط بنا اور سراپا حسن صورت و سیرت خلق قرآن قرار پایا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ قرآن محبوب کریم ﷺ کی دلکش اداؤں اور آپ ﷺ کی عادات و خصائل کے ذکر کا مجموعہ ہے۔ جن کے ذکر اور خلق عظیم کو بیان کرنے والی کتاب کے اترنے سے رمضان کو اتنی فضیلت ملی کہ اس کی صرف ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ٹھہری تو اس ماہ مقدس یعنی ربیع الاول کی عظمت و فضیلت کا کیا عالم ہوگا جس کو صاحب کتاب محبوب کبریاء ﷺ کے ماہ میلاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جس رات پر کلام الٰہی یعنی ذکر 'خلق عظیم' اترا، اللہ تعالیٰ نے اس رات کو قیامت تک انسان کے لئے 'لیلۃ القدر' کی صورت میں بلندی درجات اور شرف نزول ملائکہ سے نواز۔ فرمایا لیلة القدر خیر من الف شهر اس ایک رات کو ہزار مہینوں پر فائق و برتر قرار دیا گیا تو جب صاحب قرآن یعنی مقصود و محبوب کائنات ﷺ کا ورود ہوا اور بزم حسینان عالم کے تاجدار ﷺ نے اس زمین و مکاں کو ابدی رحمتوں اور لازوال سعادتوں سے منور فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس وقت کی کتنی قدر و منزلت ہوگی۔ اس کا اندازہ لگانا فہم و شعور کے لئے ناممکن ہے۔

امت مسلمہ جب قرآن حکیم کے نزول پر شکر بجالاتی ہے تو یہ اس کے اہم ترین فرائض و قرآن پر ایمان اور اس سے محبت کے اہم ترین تقاضوں میں سے ہے۔ لیکن نعمت قرآن کا شکر بجالانا اس وقت تک شکر نہیں بن سکتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اس ہستی کی تشریف آوری اور ولادت مبارکہ کا شکرانہ ادا نہ کیا جائے جس کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت قرآن سے دامن انسانیت کو منور کیا۔

عطائے نعمت پر ادائے شکر ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے اور اپنی نعمتوں کو دل سے یاد رکھ کر ان پر شکر بجالانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ قران حکیم کے کئی مقامات اس کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً یہ فرمایا گیا۔ واذکروا بنعمت الله علیکم اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحم بنعمته اخوانا (آل عمران ۳:۱۰۳) ''اپنے اوپر (کی گئی) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے قلوب میں الفت و محبت ڈال دی پس تم اس رحمت الٰہی سے بھائی بھائی بن گئے''۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت جس نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور باہم خون کے پیاسوں کو ایک دوسرے کا غمخوار بھائی بنا دیا۔ ان کی نفرتوں اور عداوتوں کو محبتوں اور مروتوں سے بدل دیا۔ یہ بھی حضور ﷺ کی بعثت کے تصدق سے نصیب ہوئی اس نعمت مبداء و مرجع بھی حضور ﷺ کی ذات گرامی

ہے۔آپ ﷺ کا تشریف لانا تھا اور لوگوں کا آپ ﷺ کے حلقہ غلامی میں داخل ہونا تھا کہ سب لوگ خواہ اس سے پہلے وہ دشمن تھے یا دوست باہم شیر وشکر ہو گئے۔

شکر بجالانا کیوں ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے فضل وکرم پر اس کا شکر بجالانا تقاضائے بندگی ہے مگر قرآن مجید میں یہاں بھی اس کی ایک حکمت اور فائدہ بیان فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید "اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور بھی دوں گا اور اگر تم (نعمتوں کی) ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب سخت ہے" (ابراہیم ۱۴: ۷)۔یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر بجا لانا اتنی بڑی بات ہے کہ اگر شکر بجالایا جائے تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمتوں کے نزول کی کثرت کر دے گا۔گویا نعمتوں پر شکر بجالانا اس آیت کے تحت مزید نعمتوں کے حصول کے لئے ضروری ہے کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مزید نعمتیں نچھاور کرتا ہے لیکن کفران نعمت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا ناپسندیدہ فعل ہے کہ اس پر عذاب الٰہی سے ڈرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

شکر نعم اور سابقہ امم

نعمتوں کو یاد کر کے ان پر شکر بجالانا نہ صرف امت محبوب ﷺ پر واجب ہے بلکہ سابقہ امتوں کو بھی اس کا حکم دیا جاتا رہا جس طرح بنی اسرائیل سے فرمایا گیا۔یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین (البقرہ ۴۷) "اے بنی اسرائیل! میرے وہ احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور (اس خصوصی نعمت کو بھی کہ) میں نے تم کو عالمین پر فضیلت دی"۔ اس آیت مبارکہ کے بعد قیامت کی ہولناکیوں سے باخبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پھر اپنے احسانات گنوا گنوا کر انہیں اپنی نعمتوں کے تذکرے کا حکم دے رہا ہے۔ارشاد فرمایا واذ نجینکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب (بقرہ ۴۹) "(اور اے آل یعقوب (علیھم السلام) اپنی قومی تاریخ کا وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے رہائی دی جو تمہیں سخت عذاب دیتے تھے"۔قرآن حکیم نے اس آیت مبارکہ میں قومی آزادی کو ایک نعمت قرار دیا اور بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ فرعون سے حاصل ہونے والی اس آزادی پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔قومی آزادی بلاشبہ ایک نعمت خداوندی ہے اور اس کے حصول پر شکر بجالانا بھی اسی آیت سے ثابت ہو رہا ہے۔

شکر بجالانے کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہر وقت یاد رہے اسے ہر لحہ اور ہر گھڑی اس نعمت کا احساس ہو اور کسی لمحے بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا تصور اس کے دل و دماغ سے محو نہ ہونے پائے تا کہ ہر گھڑی بندے کا دل اللہ کے شکر کی کیفیت سے معمور رہے۔مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سال بھر یاد رکھنے کے باوجود جب گردش ایام کے بعد وہی دن اور وہی وقت پلٹ کر آتا ہے تو وہ خوشی خود بخود غیر شعوری طور پر کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔کیونکہ یہ انسان کا طبعی اور فطری تقاضا ہے کہ عین اس وقت بطور خاص اس نعمت

کو یاد کیا جاتا ہے اور خوشی ومسرت میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے۔

شان وشوکت سے نعمت کو یاد کرنا زندہ قوموں کا نشان ہے

نعمت کے شکرانے کے طور پر باقاعدگی اور اہتمام سے خوشی ومسرت کا اظہار کرنا اس لئے بھی قوموں پر لازم ہو جاتا ہے تاکہ آئندہ نسلوں پر بھی اس دن کی اہمیت واضح ہو سکے۔ تاریخ کے اہم ترین صفحات میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور آئندہ قوموں تک اپنے آپ کو ایک زندہ اور قابل ذکر قوم کے طور پر زندہ رکھنا صرف اسی طرح ممکن ہے۔ دریں حالات شکر الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ سال بھر تو عام شکر بجالایا جاتا رہے لیکن جب وہ دن آئے جس دن اللہ کا کرم ہوا تھا اور نعمت ملی تھی اس دن شکر کے ساتھ خوشیاں شامل ہو جائیں اور وہ خود بخود جشن ہو جائے تاکہ آئندہ نسلوں پر اس دن کی حقیقت مکمل کر واضح ہو جائے۔ وظللنا علیکم الغمام وانزلنہ علیکم المن والسلوی (البقرہ ۲: ۵۷) ''اور (یاد کرو جب تم فرعون کے غرق ہونے کے بعد شام کو روانہ ہوئے اور میدان تیہ میں سرگرداں پھر رہے تھے تو) ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تمہارے لئے من وسلوٰی اتارا''۔ یعنی جب فراعین مصر کی غلامی سے تمہیں نجات دی اور نیل سے گزار کر تمہیں سینا کی وادیوں میں پہنچایا تو وہاں سخت دھوپ تھی۔ اللہ نے چاہا کہ جہاں میں نے تمہیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں وہاں ایک مہربانی یہ بھی کر دوں تو بادلوں کو حکم دیا کہ وہ تم پر سائبان کی صورت میں سایہ فگن ہو جائیں اب یہ بھی بظاہر ایک واقعہ ہے مگر یہاں اس کا ذکر بھی بطور نعمت ہو رہا ہے پھر فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے من وسلوی کی نعمت نازل کی یہاں سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ ''من وسلوٰی'' نہ صرف کھانے کے لئے تم پر اتارا گیا تھا بلکہ اس لئے بھی کہ اس کو بطور نعمت عمر بھر یاد رکھا جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجالایا جائے۔ الغرض قرآن نے بیشتر مقامات پر اللہ رب العزت کی خاص خاص نعمتوں کو ان خاص ایام کے حوالے سے یاد رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نعمتوں پر خوشی منانا سنت انبیاء ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ کریم کی بارگاہ میں اپنی امت کے لئے مائدہ کی نعمت طلب کی تو یوں عرض کیا ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لا ولنا واخرنا وایۃ منک (المائدہ ۵: ۱۱۵) ''اے (ہمارے پروردگار) ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وہ عید (یعنی خوشی کا دن) ہو اور یہ خوان تیری طرف سے (تیری قدرت کاملہ کی) نشانی ہو''۔ قرآن مجید نے اس آیت میں نبی کی زبان سے یہ تصور دیا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی نعمت اتری اس دن کو بطور عید منانا یہ اس نعمت کے شکرانے کی مستحسن صورت ہے۔ نیز اسی آیہ کریمہ سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ عید کے طور پر یہ خوشی وہی مناتے ہیں جو اس نعمت میں اللہ کے نبی کی امت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ ''اولنا'' اور ''اخرنا'' کے کلمات اس طرف دلالت کر رہے ہیں کہ مائدہ اترنے کے بعد جو امت آئے گی اس کے دور اوائل میں بھی لوگ ہوں گے اور دور آخر میں بھی، سو جو پہلے دور میں ہوں

وہ بھی اسے عید کے طور پر منائیں اور جو رہتی دنیا تک آخر میں آئیں گے وہ بھی یہی وطیرہ اپنا ئیں۔

یہاں قرآن نے اپنے دلوں کے احوال پرکھنے کے لئے ایک معیار دے دیا کہ آپ بھی ''اولنا'' اور ''اخرنا'' ہیں یا نہیں؟ وہ تو عیسٰی علیہ السلام کی امت تھی اور یہ آقائے دو جہاں ﷺ کی امت ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ مائدہ کی نعمت تھی اور یہاں ولادت محبوب کبریاء ﷺ کی نعمت ہے لہذا یہاں ہمارے لئے بھی یہی معیار ہے کہ جب ماہ ربیع الاول میں محبوب کریم ﷺ کی ولادت کے دن آئیں یا عید میلاد آئے اور ہمارا دل خوشیوں اور مسرتوں سے دیوانہ وار پاگل ہو جائے تو سمجھ لیں کہ ہم بھی ''من اولنا واخرنا'' میں شامل ہیں اور آپ ﷺ سے محبت رکھنے والوں میں ہیں۔ اس کے برعکس اسی مہینے میں اگر خوشیوں کے اعتبار سے کسی کو جدا دیکھیں وہ اس خوشی سے پھولا ہوا نہ ہو اور دل میں کوئی ہچکچاہٹ وشکوک وشبہات اور کینے کی کیفیت ہو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ توبہ کرے اس لئے کہ یہ انتہائی خطرناک بیماری ہے۔ اس اجتناب دولت ایمان کی حفاظت ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ رحمت کائنات ﷺ کا نام لیوا امتی اور ان کی ولادت باسعادت کے دنوں میں خوشیاں نہ منائے۔ اس کے ایمان پر کیوں افسوس نہ ہو' جو ان دنوں گھبراتا پھرے یا دل کو اس مبارک فعل سے تنگ کرلے اور اس کے جواز اور عدم جواز پر دلیلیں طلب کرتا پھرے۔

محبت دلائل کی محتاج نہیں ہوتی

اس موقع پر حجتیں قائم کرنا اور میلاد النبی ﷺ پر دلیلیں تلاش کرنا محبت کی علامت نہیں اس لئے کہ اہل محبت' محبوب کے لئے اظہار محبت میں کسی دلیل یا حجت کے محتاج نہیں ہوتے اور نہ ہی وہاں عقل سے فتوے لیتے ہیں بلکہ اطمینان قلب کے لئے اگر انہیں کوچہ محبوب کی خاک بھی چھاننا پڑے اور اس کے نعلین سر پر رکھنے کو مل جائیں تو وہ فی الواقع اپنے آپ کو تاجدار سمجھتے ہیں۔

سر پہ رکھنے کو جو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ
پھر یہ سمجھیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

اسی طرح جب راحت جاں ﷺ کی ولادت کا مہینہ آئے اور خوشیاں منانے کے لئے دل بے قرار اور طبیعت بے چین ہو اور مسلمان خوشی سے پھولے نہ سمائیں اور یوں لگے کہ ان کے لئے کائنات کی ساری خوشیاں ایک طرف ہیں اور میلاد محبوب ﷺ کی خوشی ایک طرف گویا مرد مومن یوں سمجھے کہ اس دن کائنات کی ساری خوشیاں سمٹ کر اس کے دامن میں آگری ہیں کیونکہ آج ہی تو کائنات کا دولہا اور بیکسوں کا سرتاج آیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کے لئے شادی کا اور کون سا موقعہ ہوگا۔ وہ تو اس خوشی سے بڑھ کر کائنات میں کسی خوشی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

نعمت کا شکر بجالانے کے مختلف طریقے

۱۔ ذکر نعمت:۔ قرآن پاک نے نعمتوں کا شکر بجالانے کی ایک صورت یہ بھی بیان کی ہے کہ اللہ کی

رحمت اور اس کی نعمت کو یاد رکھا جائے۔

۲۔ تحدیث نعمت :۔نعمت کا شکر بجالانے کا یہ طریقہ بھی ہے کہ انسان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے حصول پر ان کا اظہار کرے' خوشی کے ساتھ دوسروں کے سامنے ان کا تذکرہ کرے' اس نعمت کا تذکرہ اور ذکر عام کرے تو یہ بھی اللہ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کی صورت ہے۔ واما بنعمة ربك فحدث (الضحیٰ ۹۳:۱۱) ''اور آپ کے پروردگار نے جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کا بیان کرتے رہیں''۔ یعنی اللہ کی جو نعمت ہمیں عطا ہوئی ہے' اگر ہم اس نعمت کا ذکر اور چرچا کریں تو یہ چرچا کرنا بھی شکر بجالانے کے مترادف ہے۔

ذکر اور تحدیث نعمت میں فرق

پہلے ذکر نعمت کا حکم دیا جس کا معنی یہ ہے کہ اس نعمت کو اپنے دل میں یاد رکھا جائے اور زبان سے ذکر کیا جائے لیکن وہ ذکر لوگوں کے لئے نہیں اللہ کے لئے تھا اور جب تحدیث نعمت کا حکم دیا کہ کھلے بندوں اس نعمت کا تذکرہ کرو تو اس کا مفہوم یہ ہے' مخلوق خدا کے سامنے اس کو بیان کرو۔ چنانچہ ذکر اور تحدیث میں بنیادی فرق یہ ہوا کہ ذکر اللہ کے لئے ہوتا ہے جبکہ تحدیث کا تعلق زیادہ تر مخلوق کے ساتھ ہے یعنی لوگوں تک بات پہنچانا۔

۳۔ عید منانا :۔ ذکر نعمت اور تحدیث نعمت کے علاوہ اللہ کی نعمتوں اور اس کی عنایات کریمانہ پر شکر کے اظہار کے لئے ایک طریقہ اور صورت یہ بھی ہے کہ اس خوشی کا اظہار جشن اور عید کے طور پر کیا جائے۔ پہلی امتوں میں بھی ادائے شکر پر یہ وطیرہ تھا اور یہ سنت انبیاء علیہم السلام سے چلی آئی ہے کہ جس دن اللہ کی کوئی خاص نعمت میسر آئے اس دن کو سابقہ امتیں بطور عید مناتی تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کریم کی بارگاہ میں یوں ملتجی ہوتے ہیں۔ ربنا انزل علینا مائدة من السماء تكون لنا عيدا لاولنا واخرنا واية منك (المائدہ ۵:۱۱۴) ''اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما تا کہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے وہ دن یوم عید ہو''۔ یہاں مائدہ جیسی نعمت کے ملنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام عید منانے کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ عیسائی لوگ آج تک اتوار کے دن اس نعمت کے حصول پر بطور شکرانہ عید مناتے ہیں۔

نزول مائدہ اور ولادت محبوب ﷺ میں کیا نسبت

نزول مائدہ جیسی نعمت کو ہمارے آقا محبوب کبریاء ﷺ کے ساتھ کیا نسبت ہوسکتی ہے۔ مائدہ جیسی کروڑوں نعمتیں ہمارے آقائے دوجہاں ﷺ کے قدموں کے توسل سے مخلوق کو ہر روز عطا ہوتی ہیں۔ کہاں وہ آسمانی کھانوں کا دستر خوان اور کہاں مقصود کائنات کی آمد۔

۴۔ عبادت و بندگی کا طریقه :۔ علاوہ ازیں اللہ کی نعمتوں کا شکر اس کی بندگی و عبادت سے بھی بجالایا جاسکتا ہے۔ نماز روزہ' حج اور زکوٰۃ جیسی فرض عبادتوں کے علاوہ دیگر نفلی عبادات سب اللہ کی

نعمتوں پر شکرانے کی بہترین صورتیں ہیں۔اس کے علاوہ صدقات وخیرات دے کر غریب بے سہارا اور یتیم لوگوں کی پرورش ونگہداشت کرکے بھی اللہ تعالیٰ کی دی گئی نعمت دولت پر شکر بجالایا جاتا ہے۔

۵۔ خوشی مناؤ:۔خوشی ومسرت کا اظہار کرکے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت جیسی نعمتوں کا شکر بھی بجالایا جاتا ہے۔ارشاد فرمایا قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون (یونس ۱۰:۵۸) ''آپ (ﷺ) فرمادیں کہ اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے (یہ قرآن کی نعمت نازل ہوئی ہے) تو اس پر ان کو خوش ہونا چاہئے یہ تو ان چیزوں سے جو وہ جمع کررہے ہیں کہیں بہتر ہے''۔اس آیت میں ان تمام صورتوں کے علاوہ حصول فضل ورحمت پر خوشی اور جشن منانے کا حکم ہے اور شکر بجالانے کے سب طریقوں اور صورتوں سے اسے بہتر فرمایا جارہا ہے۔

فضل اور رحمت سے مراد

قرآن حکیم کے اسالیب بیان میں سے ایک اسلوب یہ بھی ہے کہ جب فضل اور رحمت کا ذکر ہورہا ہو تو اس سے محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی مراد ہوتی ہے۔فرمان الٰہی ہے قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا (یونس ۱۰:۵۸)۔یہاں دو چیزوں کا ذکر ہورہا ہے۔ایک اللہ کا فضل دوسرے اللہ کی رحمت۔ان دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ ہے۔

عام اصول کے مطابق چاہئے تو یہ تھا کہ جس طرح فضل اور رحمت کا ذکر جدا جدا ہوا وہ اشارہ ''ذلك'' جو ان دونوں کے لئے بیان کیا گیا۔اسی طرح تثنیہ 'دو' کا ہوتا لیکن اس اصول کو یہاں ملحوظ نہیں رکھا گیا (یعنی یوں نہیں کہا گیا ''ان کی خاطر خوشیاں مناؤ'' بلکہ فرمایا ''اس کی خاطر'' جس طرح کہا جاتا ہے ''زید اور بکر کمرے میں آئے'' نہ کہ اس طرح کہا جائے ''زید اور بکر کمرے میں آیا'' آنے والے جب دو مذکور ہیں تو صیغہ بھی دو کا استعمال ہوگا۔

اسی طرح عربی زبان میں ذلك اشارہ واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں جب تثنیہ یا جمع کا ذکر آئے تو اس کے لئے اشارہ بھی بالترتیب ذالك یا اولئك بولا جاتا ہے اس اصول کو ذہن میں رکھ کر اگر اسی مذکورہ آیت کریمہ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا۔فضل اور رحمت کے ذکر کے بعد واحد اشارہ ذلك لایا گیا ہے اس کی کیا حکمت ہے۔تو کیا قرآن اپنے بیان میں قواعد کی مخالفت کررہا ہے؟ اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو ماننا پڑے گا کہ اس فضل اور رحمت سے مراد بھی کوئی ایک ہی شئے ہے۔اس اسلوب بیان سے یہ وضاحت بھی مقصود تھی کہ کہیں اللہ کے فضل اور رحمت کو کسی اور سمت تلاش نہ کرتے رہنا بلکہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ کا فضل بھی وہی ہستی ہے اور اس کی رحمت بھی وہی پیکر رحمت؛ یعنی فضل اور رحمت جو حقیقت میں ایک ہی ہستی میں جمع ہوگئے ہیں اور وہ ہستی محبوب کریم ﷺ کی ہے لہذا اس ایک مبارک ہستی کے سبب تم شکر بجالاؤ اور خوشیاں مناؤ۔

نعمت کے شکرانے کا منفرد حکم

یہاں فلیفرحوا (خوشیاں مناؤ) کے الفاظ قابل غور ہیں کسی اور نعمت کا شکر بجالانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح کا حکم نہیں دیا حالانکہ یہاں خداوند قدوس اگر چاہتا تو فلیفرحوا کی جگہ فلیسجدو ''سجدہ کرو'' یا فلیعبدو ''عبادت کرو'' یافلینفقوا ''خرچ کرو'' وغیرہ بھی فرما سکتا تھا لیکن صرف اور صرف فلیفرحوا فرمایا تا کہ یہ تصور پختہ ترہو جائے کہ ان تمام طریقہ ہائے شکر سے بڑھ کر خوشی منانا افضل ترین شکر ہے۔

تمہارے بیٹے پیدا ہوں تو تم خوشیاں چراغاں کی صورت میں مناتے ہو، تمہیں قومی آزادی حاصل ہو تو خوشیاں چراغاں اور جشن کی صورت میں مناتے ہو، فتح ونصرت کا دن آئے تو تمہارے ہاں مسرت اور جشن کا سماں ہوتا ہے تم یہ سب خوشیاں مناؤ۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس نعمت عظمیٰ کے ملنے کا دن آئے تو وہ خوشی اتنی ہو کہ دنیا کی ساری خوشیوں پر غالب آجائے۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ پر خرچ کرنا

اب صاف ظاہر ہے کہ خوشیاں منانے، جشن منانے، چراغاں کرنے اور کھانے پکا کر تقسیم کرنے پر مال و دولت خرچ ہوتا ہے کوئی یہ کہہ سکتا تھا (جیسا کہ معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں) کہ عید میلاد النبی ﷺ پر ان کاموں میں خرچ کرنے سے کیا فائدہ، اس سے بہتر تھا کہ یہ رقم کسی محتاج، غریب، نادار کو دے دی جاتی، کوئی مسجد بنا دی جاتی، کسی مدرسے میں جمع کردی جاتی وغیرہ وغیرہ۔ یعنی اس طرح کے کئی سوال ذہن میں آسکتے تھے اگر چہ یہ سب اپنی جگہ بالکل درست، صحیح اور بجا ہیں مگر باری تعالیٰ نے اس خیال کو بھی رد کردیا۔ فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اس موقع پر تمہاری خوشی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ میں تمہیں صدقات وخیرات سے منع تو نہیں کرتا۔ تم یہ بھی دو، غرباء ومساکین اور مستحقین کی خدمت بھی کرو مگر جب خوشی کا موقع آئے تو تم یہ بہانہ بنا کر نہ بیٹھ جاؤ کہ ہم تو یہ کسی اور نیک کام میں صرف کردیں گے، نہیں بلکہ فرمایا فالیفرحوا (محبوب ﷺ)! انہیں چاہئے کہ وہ خوشی منائیں۔

رب تو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی زبان حقیقت ترجمان سے ہی کہلوا رہا ہے کہ محبوب (ﷺ)! آپ ﷺ میری طرف سے لوگوں کو حکم فرمادیں کہ ان پر جو اللہ کا فضل اور رحمت اپنے کمال درجہ اتم میں پہنچ کر نبی آخرالزماں ﷺ کے وجود اقدس کی صورت میں نصیب ہوئی ہے اس کے شکرانے پر خوب خوشیاں منانا، اور اگر میری منشاء وحکم کے مطابق خوشی مناؤ گے تو مجھے میری عزت کی قسم تم جو شے بھی توشہ آخرت تیار کررہے ہو اس سے تمہارا یہ خوشی منانا بہر حال میرے نزدیک زیادہ باعث اجروثواب ہوگا بلکہ فرمایا۔ ھو خیر مما یجمعون (یونس ۱۰:۵۸)'' (خوشی منانا) بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرکے رکھتے ہیں''۔ یہ بات واضح فرمادی کہ اگر تم نے میرے اس فضل اور رحمت کی آمد پر خوشی نہ کی تو بے شک تم عبادت وریاضت کے ڈھیر لگالو، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ مجھے تو اپنے محبوب ﷺ کی آمد پر تمہارا

خوش ہونا ان عبادتوں سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔ بے شک ان عبادات کا حکم بھی میں نے ہی دیا ہے مگر ان نعمت کے شکرانے پر تم عبادات کے علاوہ خوشی بھی مناؤ۔

ھو خیر مما یجمعون کی تفسیر

آیت کا عمومی مفہوم ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی منانا جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے۔ اب جمع کیا چیز ہو سکتی ہے۔ دو ہی چیزیں جمع کی جا سکتی ہیں۔(۱) دنیا کے حوالے سے جمع کرنا چاہیں تو مال اسباب اور دولت وغیرہ جمع کی جا سکتی ہے۔(۲) اگر آخرت کے حوالے سے جمع کرنا ہو تو اعمال صالحہ مثلاً نماز' روزہ' حج' صدقات و خیرات وغیرہ ہو سکتے ہیں۔

مگر قرآن نے یہاں نہ مال و دولت کی تخصیص کی ہے اور نہ ہی اعمال صالحہ اور تقویٰ وغیرہ کی نشاندہی کی ہے بلکہ اس آیت مبارکہ میں ''مـــا'' کلمہ عام ہے جو کہ دنیا و آخرت دونوں کو حاوی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو گویا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ''لوگو! تم اگر دنیا کے مال و دولت جمع کرتے ہو' جائیدادیں' کارخانے اور فیکٹریاں بناتے ہو یا سونے چاندی کے ڈھیروں کا ذخیرہ کرتے ہو غرضیکہ انواع و اقسام کی دولت خواہ نقد میں ہو یا کسی جنس میں۔ میرے محبوب ﷺ کی آمد اور ولادت پر خوشی منانا تمہارے اس قدر مال و دولت جمع کرنے سے بہر حال بہتر ہے'' اور آخرت کے حوالے سے عمل صالح کا ذخیرہ کر لیں سجدوں' رکوعوں کا ذخیرہ کر لیں' قیام و قعود کا ذخیرہ کر لیں' نفلی عبادتوں کو جمع کر لیں' فرائض کی بجا آوری سے اجر و ثواب کا ذخیرہ کر لیں غرضیکہ نیکی کے تصور سے جو چاہو کرتے پھریں لیکن اس نعمت پر شکرانے کے لئے جشن منانا اور اس پر اپنا مال و دولت خرچ کرنا یہ تمہارے سارے دنیوی اور دینی اعمال کے ذخیرے سے زیادہ بلند اور زیادہ بہتر ہے۔

اس لئے کہ اگر تم نے اس نعمت عظمیٰ کی آمد پر خوشی نہ کی تو تم نے اعمال صالحہ کی بھی قدر نہ کی۔ چونکہ سب اعمال تو تمہیں اسی کے سبب سے نصیب ہوئے۔ قرآن اسی کے سبب سے ملا' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ اسی کے توسط سے عطا کئے گئے۔ ایمان و اسلام بھی اس کے ذریعے سے ملے۔ دنیا و آخرت کی ہر نیکی اور عزت و مرتبہ بھی اسی کے سبب سے ملا اور حق تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ عطا کرنے والا رب العزت تمہیں اسی کے سبب سے ملا۔ پس اس ہستی کے عطا کئے جانے پر شکر بجالانے کا عمل سب سے بڑھ کر ہونا چاہئے۔

محبوب کریم ﷺ کا جشن ولادت کیوں اور کیسے منائیں

مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا ابتدائی دور تھا۔ دربار رسالت مآب ﷺ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چھت کے نیچے لگا کرتا تھا۔ خوش قسمت جاں نثار مٹی گارے کے فرش پر بیٹھ کر اپنے پیارے آقا ﷺ کی میٹھی میٹھی باتیں سنتے اور ہر وقت قلب و نظر کو محبوب کریم ﷺ کے جلوؤں میں محو رکھنے کی لازوال سعادت سمیٹے رہتے۔ حضور ﷺ کی موجودگی نے پورے ماحول کو کس قدر پر کیف بنا دیا تھا؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے تو ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں البتہ یہ مسلم ہے کہ اس کچی مسجد اور سادہ ماحول پر جنت کی بہاریں اور

عرش الٰہی رشک کناں تھے۔ مسجد کے احاطے میں قبلہ کی سمت عین صف کے درمیان کھجور کے درخت کا خشک تنا بھی تھا۔ اس کی خوش بختی یہ تھی کہ سرکار دو جہاں ﷺ جب کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تو اس کے ساتھ پشت مبارک لگا کر بعض اوقات سہارا لے لیتے۔ کچھ دنوں بعد جب لکڑی کا منبر تیار ہو گیا اور خطبہ جمعہ دینے کے لئے جان رحمت ﷺ اس پر جلوہ افروز ہونے لگے تو صحابہ رضی اللہ عنہما نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔ یہ منظر تاریخ بشریت کا نہ صرف اہم واقعہ ہے بلکہ دنیائے محبت و عشق کی ایک ایسی انوکھی داستان ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ روایت اور سند کے اعتبار سے بھی بہت ثقہ اور ناقابل تردید ہے کیونکہ بخاری سمیت احادیث کے دیگر متعدد کتب نے تواتر کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔ ہوا یوں کہ نیا منبر بننے پر جب حضور ﷺ نے اس تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی بجائے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا شروع کیا تو اس خشک تنے سے صدمہ ہجر گوارا نہ ہو سکا اور اس نے ایک صاحب عقل و خرد انسان کی طرح زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ منبر سے اترے اسے بغل میں لیا اس پر اپنا دست شفقت پھیرا اور وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا ہوا خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں رحمت جاں ﷺ نے اس کی خواہش پر اسے دار البقاء کی حیات جاوید سے نوازا اور زمین میں دفن کر دیا۔

ہاں۔۔۔ یہ ہیں ہمارے وہ مدنی تاجدار ﷺ جن کا جشن ولادت ہم ہر سال عقیدت و محبت اور جوش و جذبہ سے مناتے ہیں۔ اس لئے کہ ہم ان کے نام لیوا امتی ہیں۔ ان کی غلامی اور اتباع کا دم بھرتے ہیں۔ ان کے لائے ہوئے دین کی عظمتوں کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور ان کے در اقدس سے ملنے والی ایمان و عمل کی روشنی کو نور سرمدی سمجھتے ہیں۔ اس تعلق غلامی کا ادنیٰ تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم پر سراپا تشکر و امتنان بن جائیں' یہ خوشی میلاد النبی ﷺ کے ایک دن کے لئے نہیں زندگی کی ہر سانس بھی ان کے نام کر دیں تو بھی حق غلامی ادا نہیں ہو سکتا۔

قارئین کرام! آپ نے کھجور کے خشک تنے کے متعلق تو پڑھ ہی لیا ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جاتات و جمادات میں احساس و ادراک کی صفت نہیں ہوتی لیکن حضور ﷺ سے تعلق کتنی بڑی حیران کن طاقت (Force) ہے کہ اس نے خشک تنے کو ہوش و خرد اور احساس و ادراک ہی نہیں محبت و عشق کے جذبے سے بھی نواز دیا اور ایک طرف ہم ہیں کہ تمام ترقلبی' ذہنی اور حسی صلاحیتیں رکھتے ہوئے بھی بے حس' بے کیف اور محروم ہیں۔ کیا ہم ان پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں جنہوں نے رحمت دو جہاں ﷺ کی مٹھی میں نغمہ سرمدی سنا دیا تھا۔ کیا ہم اس درخت سے بھی زیادہ بے جان ہو چکے ہیں جس نے محبوب کبریاء ﷺ کے اشارے پر جڑوں سمیت چل کر آپ ﷺ کی قدم بوسی کی تھی۔ کھجور کا وہ خشک تنا تو محبوب کریم ﷺ کا براہ راست مخاطب بھی نہیں تھا لیکن قربت سے فیض پا کر حیات جاوید پا گیا' مگر ہم تو حضور ﷺ کے ماننے والے' آپ ﷺ پر ایمان کے دعویدار اور آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کا دم بھرنے والے ہیں۔ آج کیوں ہم اپنے رب تعالیٰ سے' اپنے محبوب ﷺ سے اور اپنی عاقبت سے بے خبر

ہیں۔ ہمارے سینوں کے اندر دل دھڑکتے ضرور ہیں لیکن ان دھڑکنوں میں فانی دنیا کی محبتیں رچ بس گئی ہیں۔ دل کی تختیاں غفلت اور شامت اعمال سے سیاہ ہو چکی ہیں۔ یہی سیاہی ہماری بے چینی اور اضطراب کا سبب ہے۔ نہ ہمیں اپنے گھر میں سکون نہ ہمارے معاشرے امن کے امین نہ ملکی اور قومی سطح پر استحکام اور نہ اقوام عالم میں ہمارا کوئی وقار ہے۔ جو نبی ﷺ شجر' حجر' چرند اور پرند کے لئے رحمت بن کر آئے ان کی مسند علم وعظ پر بیٹھنے والوں سے آج انسان بھی خائف ہیں۔ یہ قتل وغارت گری مار دھاڑ اور خون خرابے اسی رسول رحمت ﷺ کے ماننے والوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔ دنیا میں امن تقسیم کرنے والوں کی پیشانی پر آج دہشت گردی کا بدنما داغ لگ چکا ہے۔

یوم میلاد تو انسانیت کے لئے یوم نجات تھا۔ ظلم وجبر سے نجات' شیطانی حربوں اور جھوٹی خدائی سے نجات ناانصافی سے جھوٹ فریب اور تمام غیر عادلانہ رویوں اور غیر انسانی اعمال وافکار سے نجات۔ لیکن اس امت کو کیا ہوا کہ اس نجات دہندہ رحمت دو جہاں ﷺ کے واضح احکامات آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات اور بے مثل قیادت کے باوجود زمانے بھر کے دکھ درد اور غم وآلام اس کا مقدر بن گئے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی امت مسلمہ زخموں سے چور چور ہے۔ کہیں کشمیر کا نصف صدی سے رستا ہوا زخم' کہیں قبلہ اول اور فلسطین کا زخم' کہیں چیچنیا میں بے گناہ مسلمانوں کے بے دریغ قتل کا زخم' کہیں عراق وایران اور کویت کی باہمی جنگوں سے برپا ہونے والے خون مسلم اور اسلامی سرمائے کے ضیاع کا زخم' کہیں افغانستان کی خانہ جنگی کا زخم اور ان سے بڑھ کر اسلامی تحریکوں کے خلاف مسلم حکمرانوں کے جذبہ نفرت وانتقام کے کتنے زخم ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر اس کے وجود کے لئے خطرناک ہیں بلکہ ناسور بن چکے ہیں' مگر المیہ یہ ہے کہ ہم ان زخموں کا علاج طبیب حقیقی کی بارگاہ شافی میں کروانے کی بجائے انہی اغیار کے ''نشتر خانوں'' میں کرواتے ہیں (نشتر سے بھی کبھی کوئی زخم بھرا ہے؟) یہاں زخموں پر مرہم کی بجائے زخم مزید گہرے ہو رہے ہیں۔ یہ امت اپنے آقا محسن انسانیت ﷺ کے دامن سے وابستگی کی بجائے اغیار کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ منانے والے خوش بخت مسلمانو! یہ جشن مسرت تمہیں مبارک ہو لیکن حاکم کائنات ﷺ کے مقصد بعثت کے لئے تن من دھن لگانے کا عزم جب تک نہیں کرو گے محبوب دو جہاں ﷺ کے ساتھ محبت کا حق ادا نہیں ہوگا۔

اللہ قادر وکریم بطفیل زلف محبوب کریم ﷺ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کا سچا عشق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسین ﷺ

امیدوار شفاعت محبوب کریم ﷺ

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یوں عشق محبوب ﷺ مرا دم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی کی عالمانہ، عارفانہ، عاشقانہ چند تحریریں

☆	وسیلہ محبوب ﷺ	☆	ادب و تعظیم محبوب ﷺ
☆	گریہ محبوب ﷺ	☆	نور الہدیٰ ﷺ
☆	عشق خیر الوری ﷺ	☆	عجب چیز ہے لذت آشنائی
☆	اطاعت محبوب ﷺ	☆	شمس الضحیٰ ﷺ
☆	شان غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ	☆	صاحب الجود والکرم ﷺ
☆	راحت دو جہاں ﷺ	☆	اسلام میں دل جوئی کا مقام
☆	لفظ ولی کا معنی و مفہوم	☆	اسلام میں دل شکنی جائز نہیں
☆	عقیدت کے پھول	☆	کیا وسیلہ سے مانگنا جائز ہے
☆	آئینہ جمال کبریاء ﷺ	☆	وسیلتنا فی الدارین ﷺ
☆	بنا کے مصور نے توڑا قلم	☆	جب بھی مانگو وسیلے سے مانگو
☆	محبت اور علامات محبت	☆	کون کہتا ہے وسیلہ سے مانگنا جائز نہیں
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقائد	☆	وبا لو الذین احسانا
☆	عشق است امام من	☆	آنچہ خوباں ہمہ دارند
☆	رحمت دو جہاں ﷺ	☆	اہل ایمان سلام کہتے ہیں؟
☆	پیکر حسن و جمال ﷺ	☆	اسمائے محبوب ﷺ

☆	فضائل رمضان وقرآن مجید	☆	انما المؤمنون اخوہ
☆	روزہ کے طبی فوائد	☆	خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ
☆	فضیلت علم اور صاحب علم	☆	محبت الٰہی کے ثمرات
☆	قرآن مجید ایک نعت مسلسل ہے	☆	نور بشر کی وضاحت
☆	ہر گل، ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور	☆	میرے مرشد لجپال
☆	عظمت مصطفیٰ ﷺ	☆	خطبات زماں (1 تا 12)
☆	امتی تیری قسمت پہ لاکھوں سلام	☆	مقالات زماں (1 تا 10)
☆	حقوق مصطفیٰ ﷺ	☆	مقالات عشق رسول ﷺ
☆	ورفعنالك ذكرك	☆	مقالات سیرت محبوب ﷺ
☆	سلطان دو جہاں ﷺ	☆	مقالات صورت محبوب ﷺ
☆	نسبت محبوب ﷺ	☆	محبت کی لازوال داستاں
☆	جان ایماں ﷺ	☆	مساوات محبوب ﷺ
☆	روح ایماں ﷺ	☆	شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات
☆	مسلمانوں کے حقوق		تم سے کیا محبت ہوگئی
☆	افضل الخلق ﷺ		جیسے میرے محبوب ہیں ایسا نہیں کوئی
☆	احسن الخلق ﷺ	☆	کھنچتی ہے کھال کٹتی ہے گردن
☆	اول الخلق ﷺ		عشق ہے تماشہ نہیں ہے
☆	پیکر نور ﷺ	☆	صبر حسین بھی ہے عشق
☆	تذکرہ حسن محبوب ﷺ		صدق خلیل بھی ہے عشق
☆	اسلام میں دوستی کا تصور	☆	دن تو تیرے ہی تصور میں گزر جاتا ہے
☆	علم کی فضیلت و اہمیت قرآن و	☆	عارفانہ تقریریں

	حدیث کی روشنی میں	☆	پیامِ محبت
☆	اخلاق سے کام لو گر دل جیتنے ہیں	☆	وہ مصور کیسا ہوگا؟
☆	نظام مصطفیٰ ﷺ ہی میں امن و	☆	اہل دل
	سکوں ہے	☆	صحیفہ عشق
☆	جنت کے مالک	☆	عقل و عشق
☆	جہنم کا ایندھن	☆	عشق اور اہل عشق
☆	قلب سلیم	☆	ذوق زماں
☆	آداب محبت	☆	خیال زماں
☆	اسلاف کا جذبہ ایثار	☆	باب عشق
☆	اسلاف کا شوق علم	☆	داستان عشق
☆	اسلاف کا اخلاق	☆	شمع اور پروانے
☆	اسلاف کا عشق	☆	فضائل و مسائل نماز
☆	حقیقت عظمت	☆	نماز کے طبی فوائد
☆	حقیقت عشق (۱ تا ۴)	☆	نماز کے روحانی فوائد
☆	حقیقت انساں	☆	فضائل قرآن مجید
☆	عشق کی باتیں	☆	سوز محبت
☆	دیوان عشق	☆	اعزاز محبت
☆	بخشش کے بہانے	☆	حقیقی محبت
☆	عاشقانہ تقریریں	☆	حلاوت ایمان
☆	عالمانہ تقریریں	☆	حقیقت ایمان
☆	درس محبت	☆	دعوت فکر

☆	بیان عشق و محبت	☆	جنت اور اہل جنت
☆	مدارج عشق و محبت	☆	احترام سادات
☆	کرامات اولیاء	☆	دنیا میں جنت
☆	محبت و محبوبیت		میری پسند
☆	ماں کی عظمت	☆	روحانی حکایات
☆	محبت کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے	☆	،گلدستہ حکایات
☆	علماء کا شرعی مقام اور معاشرتی حیثیت	☆	لو میرج کی شرعی حیثیت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عشق	☆	صوفیاء اور عشق
☆	علماء اور عشق	☆	شعراء اور عشق
☆	خواص اور عشق	☆	عوام اور عشق
☆	حلاوت ایمان	☆	سلطان دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
☆	اعزازِ محبت	☆	مدارجِ اہل علم
☆	عشق حقیقی و مجازی	☆	راہِ رسمِ عشق و محبت
☆	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معیارِ ادب و محبت	☆	حسین محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین تذکرہ
☆	تاجدار عشق	☆	زلفوں کے اسیر
☆	تجھ سا حسین کوئی نہیں	☆	جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
☆	باعث تسکینِ دل و جان صلی اللہ علیہ وسلم	☆	عامل اور عملیات
☆	حُسن ایماں	☆	معجزات انبیاء علیہ السلام
☆	زندگی آمد برائے بندگی	☆	میرے محسن